

جلد ٦ شمارہ ۴ نومبر ۱۹۹۹ء

زندگی مادر پدر آزاد۔
مشتمل قوانین، سیاسی اور اجتماعی
شت پر

ہندوستانی مسلمانوں کی نئی ڈکشنری

سیکولرازم: ہندوستانی مسلمانوں کا نیا شوالہ ہے ایک الہامی مذہب کی حیثیت دے کر اسلام کے مقابلے میں قبول کرلیا گیا ہے۔ **جمہوریت:** اکثریت کے قہر و جبر کی قانونی حکمرانی۔ حاکمیت جمہور یعنی احمقوں اور بے ایمانوں کی حکومت کا سیاسی نظام۔ دورِ جدید کا الہ۔ **عدم تشدد:** مسلمان بھگوڑوں کا نیا دین۔ جہنم جہنم زندگی جینے اور مسلسل ہنس ہنس کر جوتے کھاتے رہنے کی فلسفیانہ اساس۔ **مسلم عقیدہ:** سیکولرازم، جمہوریت اور عدم تشدد کے معجون کو ہندوستانی مسلمانوں کے شیولنگ کی حیثیت حاصل ہے۔ آخر پوجنے کے لیے کچھ تو چاہئے۔ **آزادی:** بدترین سیاسی محکومی بشرطیکہ انگریزوں کی نہ ہو۔ برادرانِ وطن کی سیاسی غلامی کو آزادی کہتے ہیں۔ آخر برادرانِ وطن جو ٹھہرے۔ **دہشت گردی:** مسلمان انتہاپسندوں کی کاروائیاں جیسے مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا، تنگ آمد بجنگ آمد کی صورتِ حال میں مشتعل ہوجانا۔ شب برات میں پٹاخے چھوڑنا یا داؤد ابراہیم کا ہم قوم ہونا، وغیرہ وغیرہ۔

مسلم نمائندگی: پارلیمنٹ یا اسمبلی میں جب کفار و مشرکین کے مسلمان ایجنٹوں کی تعداد کم ہوجاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ مسلم نمائندگی کم ہوگئی ہے۔ مسلمانوں کے نام پر چند مفاد پرست اخلاق باختہ نام نہاد مسلمانوں کا سیاسی کھیل۔ **سیاسی حکمت عملی:** سیاست بمعنی جوڑ توڑ اور حکمت بمعنی مصلحت اور عمل بے عملی کے معنی میں ہے۔ الیکشن کے ایام میں ملی قائدین کی اس چلت پھرت کو کہتے ہیں جو وہ مختلف سیاسی پارٹیوں کی خوشنودی کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔ **آئی ایس آئی:** پہلے معیار کی ضمانت تھا اب پکڑے جانے پر ضمانت بھی نہیں ہوتی۔ حکومت کی نگاہ میں ہر مسلمان آئی ایس آئی کا مشکوک ایجنٹ ہے اور ہر مدرسہ اور مسجد ان ایجنٹوں کا محفوظ اڈہ۔ **شریعت:** یعنی مسلم پرسنل لاء، نکاح

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس کی خواہش بھی عجیب ہے۔ گذشتہ پچاس برسوں سے وہ ایک ایسے خواب کا منتظر ہے جو حقیقت سے قریب تر ہو۔ بھیانک ڈراونے خواب شب وروز اس کا پیچھا کرتے ہیں' وہ اس صورتِ حال سے تنگ آچکا ہے۔ عرصہ گذرا جب اسے اپنی بھلی آنکھوں پر اعتماد تھا' جب ہر چیز ویسی ہی نظر آتی تھی جیسی کہ وہ تھی۔ لیکن جب سے وہ ایک نئے نظام کی برکتوں سے لطف اندوز ہوا ہے اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں رہا کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ گویا ایک سراب سراب صحرا اس کی آنکھوں میں آبسا ہو۔

اس خواب آور کیفیت سے نجات کے لئے وہ کبھی مارے بے بسی کے اپنا منہ نوچ لیتا ہے اور کبھی اس زور سے صدائے گریہ بلند کرتا ہے کہ اچانک اس کی اندھیری راتوں میں ایک وقتی ہلچل پیدا ہوتی محسوس ہوتی ہے لیکن روز روز کی چیخ وپکار اور شب وروز کی گریہ وزاری سے اب یہ صورت حال ایک معمول کی زندگی بن گئی ہے۔ اس کی آنکھوں پر کچھ لال پیلی عینکیں بھی تو نہیں پھر چیزیں اپنی اصل شکل میں نظر کیوں نہیں آتیں؟ ہائے خدا! یہ کیسا عذاب ہے۔ اسے ایسا لگتا ہے جیسے وہ ایک انتہائی تاریک قبر میں ہاتھ پھیر مار رہا ہو اور جہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل اس کے پاس نہ ہو۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آتا اور احساسِ بے بسی کے ازالے کے لئے وہ اپنی خواب گاہ کے تمام بلب روشن کردیتا۔ لیکن اسے حیرت ہوتی کہ ان تمام کوششوں کے باوجود اس کے اندرون کی تاریکی بڑھتی جاتی۔ ایسا لگتا جیسے اس کی آنکھیں اس کے جسم کا حصہ نہ ہوں کہ وہ دوسروں کے اشاروں پر دیکھتیں اور وہی کچھ دیکھتیں جو دوسرے اسے دکھانا چاہتے۔ صحت منداور توانا جسم میں کاش یہ آنکھیں مصنوعی ہوتیں کہ اگر ان سے کچھ دکھتا نہیں تو کم از کم غلط بینی کے عذاب سے تو بچے رہتے۔ پکار اٹھتا: بارِ الہا! اس بصیرت کو سلب کرلے جو مجھے اشیاء کو ان کے اصل ہیئت میں نہیں دکھاتی۔ اس فریب وگمر ہی سے مجھے جلد از جلد نجات دے۔

بصیرت کے عذاب نے اس کی وجیہ شخصیت کو مختلف نفسیاتی' روحانی بیماریوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ وہ پاگلوں کی سی چیخ نکال کر خود کو نارمل سمجھتا۔ اس کے امراض کی ایک طویل فہرست تھی' وہ اکثر ان امراض کو کمپیوٹر میں ترتیب دیتا رہتا تاکہ جب کسی بیماری کا حل سوچنے کے لئے اس کا ذہن آمادہ ہو وہ فی الفور اس کی پوری تفصیل بٹن دباتے ہی معلوم کرسکے۔ اس کے بہت سے بہی خواہ اس کے مسائل اور پریشانیوں کو ترتیب وار مرتب کرنے میں مصروف رہتے۔ بہتوں نے تو معروضی مطالعات کے فن میں ایسی مہارت حاصل کرلی تھی کہ نام لیتے ہی تفصیلات ان کی زبانوں پر آجاتے تھے۔ وہ اپنی بیماریوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتا کہ پچاس سالہ زندگی میں اس کی یہی جمع پونجی تھی۔

وہ جب بھی باہر کی دنیا میں قدم رکھتا اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے کسی نے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی ہو۔ وہ اگلا قدم رکھے بغیر واپس آجاتا۔ اسے ایسا لگتا جیسے کسی بلند عمارت میں زینہ چڑھتے ہوئے اچانک اگلی سیڑھی غائب ہوگئی ہو۔ اسے خود پر اعتماد نہ تھا کہ اب یہ شبہ اس کے دل میں جڑ پکڑ رہا تھا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ سب حقیقت نہیں۔ وہ اکثر سوچتا اس عقوبت گاہ کو لوگ آزاد جمہوری ماحول سے کیسے موسوم کرتے ہیں۔ ایک آزاد فضا میں اتنی گھٹن کیوں ہے کہ ہر لمحہ ایسا لگتا ہے کہ دل اب بیٹھ جائے گا۔ اسے اِس دنیا کی ہر چیز نرالی لگتی' ڈکشنری میں الفاظ کے معانی بدل چکے تھے۔ اکثریت کے جبر کا نام جمہوریت تھا اور خدا کو اجتماعی زندگی سے نکال باہر کرنے کا نام سیکولرازم۔ اسے نہ تو ڈکشنری کے معانی پر اعتبار تھا اور نہ اپنی آنکھوں پر' بڑے بڑے اہل علم کو چیلنج کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی ڈگری نہ تھی لیکن اسے گاہے بگاہے ایسا لگتا جیسے کوئی اس کے اندرون میں سرگوشی کرتا ہو اور کبھی کبھی تو وہ ان سرگوشیوں کو کھلے کانوں سے سنتا۔

کیا دیکھتا کہ اصحاب علم وفضیلت آزاد جمہوری فضا کے خالقوں کی خدمت میں کمالِ فروتنی سے آدب بجالاتے۔ گوکہ ان کی آوازیں سہمی سہمی' گھٹی گھٹی نکلتیں جیسے کوئی کبوتر یاس کا نغمہ الاپتا ہو یا کسی تنفس کے مریض نے اچانک بہت سی سیڑھیاں طے کرلی ہوں' لیکن اس حال میں بھی یہ ان جادوگروں کی ڈگڈگی پر اس طرح حرکت کرتے جیسے یہ پپٹ شو کے کردار ہوں۔ حالانکہ انہیں خود بھی اس مصنوعی صورت حال کے بارے میں کبھی کبھی طلسماتی ہونے کا شبہ ہوتا اور جب کبھی انہیں اپنی خدمتوں کے عوض تذلیل کی سوغات ملتی تو ان کے اندرون میں مسلسل گھنٹی بجنے لگتی کہ اس طلسماتی فریب کو ختم کرنے کا راز اس کتاب میں موجود ہے جو تمہاری الماری میں سب سے اوپر کے خانے میں رکھی ہے۔ لیکن نہ جانے کیا معاملہ تھا کہ تذلیل وتعذیب کے ہر وار انہیں پہلے سے کہیں زیادہ جادوگروں کی خدمت پر مستعد کردیتے تھے۔

اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ تھا۔ وہ اصحاب فضیلت کے بارے میں سوچتا' ان کی مستعدی اور خدمت گزاری پر اسے حیرت ہوتی۔ جادوگروں کے مختلف حلقے جب کبھی ڈگڈگی بجاتے اپنی خدمت کے لئے انہیں اصحاب فضیلت کی فوج مل جاتی۔ بازاری عورتوں کی طرح ہر کوئی انہیں محض استعمال کرتا۔ وہ سوچتا کہ بازاری عورتیں بھی تو مفت' بے لوث خدمت فراہم نہیں کرتیں لیکن یہ سوچ کر کہ اس کی آنکھیں جو دیکھتی ہیں وہ ہوتا نہیں' وہ خاموش ہوجاتا۔ تب عین اس لمحے اسے ایسا لگا کہ جیسے اسے کوئی یہ دعا سکھا رہا ہو' بارِ الہا: مجھے چیزوں کو اس کی اصل ماہیت میں دیکھنے کا فن عطا کردے۔ اسے حیرت ہوتی کہ واقعی وہ اس اہم منزل تک پہنچ گیا ہے یا یہ بھی خواب ہی کا ایک حصہ ہے ---اللهم أرني الأشياء كما هي. (ادارہ)

ملی ٹائمز انٹرنیشنل

ملی ٹائمز انٹرنیشنل ایک ماہنامہ مجلّہ ہے جو ہر ماہ کی ابتداء میں پیس انڈیا انٹرنیشنل کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے جو کہ ایک غیر تجارتی فلاحی ٹرسٹ ہے اور جس کا مقصد ایک ایسے خوشگوار ماحول کا قیام ہے جس میں ہر شخص کو سماجی اور معاشی انصاف مل سکے اور جہاں اللہ کے ہر بندے اور بندی کو مذہبی اور نسلی امتیاز کے بغیر بہتر دنیا اور بہتر آخرت بنانے کے مواقع حاصل ہوں۔

مدیر مسئول
راشد شاز

مدیر عملی
کوثر فاطمہ

نائب مدیر
محمد راشد خان

سرکولیشن
مظاہر رانا

پروڈکشن
شکیل افضل

October-November 1999

Milli Times International
Milli Times Building
Abul Fazl Enclave
Jamia Nagar
New Delhi-110025 India
Tel.: +91-11-6926246
+91-11-6827018
Fax: +91-11-6946686
E-mail: militime@del3.vsnl.net.in
or : millitimes@hotmail.com

قیمت: دس روپئے

سالانہ: سو روپئے (Rs.100/-)

بیرون ممالک کے لئے سالانہ زر تعاون ۲۵ امریکی ڈالر (بذریعہ ہوائی ڈاک)

Printed at:
Tej Printing Press
8-B, Bahadurshah Zafar Marg
New Delhi-110002



سونیا گاندھی کی صحبت میں علمائے کرام کی گریہ وزاری کا ایک روح پرور منظر

الیکشن اور فکر آخرت

الیکشن ۹۹ء: جب علماء بولتے رہے اور قرآن خاموش ہوگیا

تیرہویں پارلیمانی انتخاب کے نتائج سے یقیناً وہ لوگ سخت مایوس ہوں گے جنہوں نے سونیا گاندھی کو الٰہ بنا رکھا تھا اور جو یہ سمجھتے تھے کہ اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل سونیا گاندھی کے وزیر اعظم بننے سے روشن ہوجائے گا۔ افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا۔ جس جھوٹے اور کمزور سہارے کو آپ نے پکڑا تھا اور جو بڑی بڑی توقعات اس کمزور عورت سے وابستہ کی تھی وہ سب پورے نہ ہوسکے۔ البتہ جو لوگ صرف اور صرف خدائے واحد القہار کو اپنی امیدوں کا مرکز سمجھتے ہیں انہیں کسی اندیشہ اور مایوسی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کہ اس کے اقتدار کو کبھی زوال نہیں۔ ملک میں حالات خواہ کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوجائیں، ہم مسلمانوں کی حفاظت اور نصرت کے لئے خدائے ذوالجلال کی ذات کافی ہے۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِياً وَ نَصِيْرًا.

اب جب الیکشن کی گرد بیٹھ چکی ہے، حکمت اور مصالح امت کے سہارے جاری ہونے والے بیانات کا سلسلہ تھم چکا ہے، اپیلیں جاری کرنے اور فتاویٰ ڈھالنے والے کارخانے ٹھنڈے ہوچکے ہیں اور جب دین و شریعت کے حوالے سے مزین شخصیتیں بڑی بڑی معرکہ آرائی کے بعد اگلے الیکشن تک کے لئے اپنے خیموں میں واپس جاچکی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خالص دینی نقطہ نظر سے گذشتہ الیکشن میں اپنی سرگرمیوں کا جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ پچھلے چند مہینوں میں ہم من حیث الامت جو کچھ کرتے رہے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں کہاں تک قابل قبول ہے۔ پھر انفرادی طور پر ہم اپنا سخت محاسبہ کریں کہ ہم ان دنوں میں جو کچھ کرتے رہے اس کی بنیاد پر آخرت میں کس قسم کے اجر کی توقع کی جاسکتی ہے۔

ایک ایسی امت کے لئے جو یہ سمجھتی ہو کہ دنیا اس کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ خود آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے، فکر و عمل کے ہر مرحلے میں اپنی آخرت کی حفاظت کرتے رہنا ضروری ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آپ پچھلے الیکشن میں کس پارٹی کے لئے کام کرتے رہے؟ آپ کا تعلق کس سیاسی لیڈر سے ہے؟ آپ تیسرے محاذ کے حامی ہیں یا کانگریس کے حمایتی؟ بی جے پی سے آپ کی راہ و رسم ہے یا آپ کو بہن مایاوتی کی نگاہِ التفات حاصل ہے؟ ہم تو صرف آپ کو آخرت کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں، مبادا کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کے اس ہنگامے اور مصروفیتوں کے اس جمگھٹے میں جب کہیں اچانک فرشتہ اجل آپ کو آلے تو آپ کو یہ قلق رہ جائے اے کاش! اس بارے میں بھی کبھی سوچا ہوتا۔

مجموعی طور پر الیکشن ۹۹ء ہم مسلمانوں کی اسی بے سمتی کا اظہار تھا جس کا مظاہرہ ہم گذشتہ پچاس برسوں سے کرتے رہے ہیں۔ ملک کے سیاسی منظر نامے پر بھارتیہ جنتا پارٹی اور کانگریس کے درمیان معرکہ گرم تھا۔ اس کے علاوہ کانشی رام، ملائم سنگھ، لالو یادو، شرد پوار اور کمیونسٹ پارٹیاں بھی مستقبل کے ہندوستان میں اپنا حصہ متعین کرنے میں مصروف تھیں۔ مسلمانوں کی روایتی قیادت کی جلت پھرت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح مرکز میں بھارتی جنتا پارٹی اور ان کے اتحادیوں کی سرکار نہ بننے دی جائے۔ گو کہ مسلمانوں کی بعض جماعتیں اور چند ہلکے پھلکے قائدین بی جے پی کی حمایت میں کتابچے اور بیانات شائع کرتے رہے لیکن مجموعی تاثر یہی تھا کہ مؤثر دینی جماعتیں اور مستند ملی قائدین کی ہمدردیاں سونیا گاندھی کی کانگریس کے ساتھ ہیں۔ بعض دینی جماعتوں نے تو کانگریس کی قیادت سے کئی بار ملاقات بھی کی اور انہیں یہ یقین بھی دلاتے رہے کہ فکر نہ کیجئے ہم مسلمان تو آپ کے پرانے خادم ہیں، سارا ووٹ تو آپ ہی کو جائے گا۔ البتہ اگر مناسب سمجھیں تو ہماری چند گذارشات کو ہمدردی سے سماعت فرمالیں۔ ان فدویانہ مناجات اور بار بار کی حاضری کو گو کہ سونیا گاندھی نے کوئی اہمیت نہ دی لیکن تب بھی ہمارے قائدین یہ سمجھتے ہوئے کہ مایوسی کفر ہے، سونیا جی کی نگاہِ التفات کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہے۔ ایک مرحلہ وہ بھی آیا کہ دہلی کی سات نشستوں میں سے کسی ایک نشست پر مسلم نمائندے کی بھیک مانگی گئی لیکن دربار میں اس التجا پر بھی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ بھلا جن لوگوں کو جی حضوری، سجدہ ریزی اور بے لوث خدمت کی پچاس سالہ لت ہو وہ اس ناالتفاتی سے کب مایوس ہونے والے تھے، لہٰذا دہلی کے اردو اخبارات میں بعض مسلم انجمنوں اور سند یافتہ علماء کی طرف سے کانگریس کی حمایت میں اپیلیں اور اشتہارات چھپتے رہے۔ بعض حضرات تو خدمت کے جذبے سے اتنے

سرشار تھے کہ جب انہیں ان ساری تگ و دو کے باوجود کانگریس کا ٹکٹ نہ مل سکا تو وہ زبان سے اف نکالے بغیر دوسری سیاسی پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑنے کے لئے اپنے اپنے حلقوں میں چلے گئے۔ سونیا گاندھی کے تئیں سمع و طاعت کے جذبے سے ہمارے اہل شریعت اور علمائے کرام اس قدر سرشار ہوں گے' اس کا تو یقیناً اندازہ نہ تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ جو مولوی اپنی انا اور قیادت کے آگے کسی دوسرے عالم دین کے وجود کو برداشت نہ کرسکتا ہو وہ ایک مشرکہ خاتون کے سامنے کس طرح دست بستہ عرض گزارتا اور مکمل سمع و طاعت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ایام الیکشن میں دینی اور ملی جماعتوں نے اپنی ساری قوت مختلف سیاسی پارٹیوں کی حمایت میں صرف کردی۔ کسی کو محض بیان بازی کا اعزاز حاصل ہے تو کوئی بنفس نفیس مختلف جلسوں میں کفار و مشرکین کی حمایت میں تقریر کرنے کا گنہ گار ہے۔ کوئی ہانکے پکارے مسلمانوں کے سوادِ اعظم کو سونیا گاندھی کی اتباع کی دعوت دیتا تھا تو کوئی اس بات مصر تھا کہ اسلام اور مسلمان تو اس ملک میں صرف ہمارے نیتاجی کے ہاتھوں محفوظ ہیں۔ بڑے بڑے جبہ و دستار والے لوگوں نے سونیا گاندھی کی شرف معیت سے فائدہ اٹھاکر خشوع و خضوع کے ساتھ دعاؤں کی قبولیت کا کوئی موقع ہاتھ سے کھونے نہ دیا۔ اخبارات میں ایسی تصویریں بھی آئیں جن میں سونیا گاندھی کے دونوں پہلو میں مستند علمائے کرام اور دارالعلوم دیوبند جیسی محترم درسگاہ کے ذمہ دار نظر آئے۔ نہ جانے اس ہنگامے میں کتنے لوگوں نے اپنی آبرو کھوئی لیکن ان سب کے نتیجے میں نہ تو دنیا میں کچھ حاصل ہوا اور آخرت میں تو اس کی جواب دہی سے ہم کانپے جاتے ہیں۔

ذرا ٹھنڈے دل سے اپنا جائزہ لیجئے اور یہ بتایئے کہ اگر آپ اس الیکشن میں متحرک تھے تو آپ کا ہدف کیا تھا؟ کیا سونیا گاندھی کو اقتدار بخش کر یا لالو یادو' کانشی رام' واجپئی اور ان جیسے افراد کے ہاتھوں میں اقتدار سونپ کر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس عمل سے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے شاباشی ملے گی۔ اس دن جب ہر شخص کو اپنے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا' اس دن آپ ان ایام کا کیا عذر پیش کرسکیں گے جو کسی وجہ سے آپ نے غیر مسلم ایجنڈے کے فروغ میں ضائع کئے۔ غیر اسلامی ایجنڈے کے تعاون کی بہت سی شکلیں ہیں۔ بعض لوگ کھل کر اس کے لئے مہم چلاتے ہیں' بیانات دیتے ہیں اور بعض لوگ اس شرمناک صورت حال کو خاموشی سے برداشت کرتے ہیں۔ غیر اسلامی ایجنڈے کی مخالفت سے اجتناب کرنا بھی دراصل تعاون کی ہی ایک شکل ہے۔ انفرادی طور پر ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم سے جو کچھ بن پڑے' اسلام کی حمایت اور اسلام دشمنوں کی مخالفت میں ضرور کر گزریں۔ دیکھا جائے تو پوری امت الیکشن کے دنوں میں ایک فتنے میں مبتلا رہی ہے۔ اس نے مختلف کفار و مشرکین کو اپنی آرزوؤں کا مرکز بناکر ان کے لئے شب و روز ایک کردیا۔ یہ ایک ایسی صورت حال ہے جس کے لئے شریعت سے کوئی دلیل نہیں لائی جاسکتی۔

عین الیکشن ایام میں جب ملی پارلیامنٹ اور خلافت پارٹی نے مسلمانوں کو اس معصیت بھری سیاست سے نجات دلانے کے لئے کتاب و سنت کے فرامین کی طرف متوجہ کیا تو ہماری ملی قیادت نے اپنا قبلہ درست کرنے کے بجائے کتاب و سنت کی اس آواز کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ بعض دینی جماعتوں کے رہنما تو اس حد تک آگے چلے گئے کہ انہوں نے برملا کہا کہ ہمیں ان خیالات سے قطعی اتفاق نہیں۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب قرآن و حدیث سے کوئی بات پیش کردی جائے تو پھر کسی اختلاف کی گنجائش کب رہتی ہے؟ گویا اس پورے الیکشن میں علماء بولتے رہے اور قرآن خاموش رہا۔ اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی کہ انسانوں کی آواز اللہ کی آواز پر سبقت لے جائے۔ ہم نے قرآن کی وہ آیت جس میں کفار کو مسلمانوں کے امور کے نگہبان بنانے کی ممانعت ہے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ چونکہ اس وقت ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں ایک غیر اسلامی معاشرے کے قیام اور استحکام کے لئے ووٹ مانگ رہی ہیں اس لئے مسلمان کی حیثیت سے ہمارے لئے انہیں ووٹ دینا کفر بواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم اسلامی نظام عدل کے داعی ہیں اور دنیا میں خلافت کے قیام کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ہم نہ تو کسی اور سیاسی ایجنڈے کے لئے کام کرسکتے ہیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کسی کافر و مشرک کو اپنا قائد تسلیم کرسکتے ہیں' اس لئے مختلف سیاسی پارٹیوں کا جھنڈا ڈھونے کے بجائے ہمیں چاہئے کہ ہم رسول اللہ کے سیاسی ایجنڈے کو لے کر اس ملک میں آگے بڑھیں اور اگر ضرورت محسوس ہو تو اس مقصد کے لئے ایک سیاسی پلیٹ فارم بھی تشکیل دیا جائے۔ اور چوں کہ گذشتہ چند برسوں کی جدوجہد کے بعد خلافت پارٹی ایک اسلامی متبادل کی حیثیت سے ہمارے سامنے آیا چاہتی ہے' اس لئے اس ملک کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس مشن کو اپنا ہر ممکن تعاون پیش کریں اور یہ کہ جب تک یہ متبادل پوری طرح سامنے نہیں آجاتا تاہم غیر اسلامی سیاسی پارٹیوں کے حامی و مددگار بن کر اپنی دنیا و آخرت تباہ نہ کریں۔ اپنے اس نقطہ نظر کی حمایت میں ہم نے قرآنی نصوص بھی پیش کی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ اس وقت جو علمائے کرام کافر سیاسی پارٹیوں کی حمایت میں کام کررہے ہیں وہ اپنے اس مکروہ عمل کے لئے کوئی شرعی حیلہ بتائیں اور اگر ان کے پاس کتاب و سنت سے کوئی نظیر ہے تو اسے بھی پیش کریں۔ لیکن جبہ و دستار والے علماء نے صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ ووٹ دینا تو ہماری جمہوری حق ہے' ہم اس سے کیسے باز رہ سکتے ہیں۔ جب علمائے کرام کے یہاں فکر و نظر کا یہ انداز ہو کہ وہ کتاب و سنت سے دلیل لانے کے بجائے دستوری اور قانونی حوالے کو زیادہ معتبر سمجھتے ہوں تو بھلا عام آدمیوں سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اجتماعی مسائل میں قرآن سے رجوع کی کوشش کرے گا۔

جن جماعتوں اور شخصیات نے خلافت پارٹی کی انقلابی دعوت سے زور و شور سے اختلاف کیا انہوں نے عوام کو بس یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم چونکہ شریعت کے مطالب سے آگاہ ہیں اور ہم پر اس امت کے مصالح منکشف ہیں اس لئے صرف ہماری سنو۔ مصالح امت کا تقاضا یہ ہے کہ اس وقت ملک کے سبھی مسلمان سونیا جی کے ہاتھوں کو مضبوط کریں۔ رہی یہ بات کہ قرآن کی کوئی آیت ہمارے اس عمل کی مخالفت میں جاتی ہے تو آخر ہم قرآن ہی کے تو عالم ہیں' ہماری سنو اور زیادہ بکھیڑے میں نہ پڑو۔ بعض پارلیمانی حلقوں میں جہاں مسلم عوام نے

ملکی سیاست

ہماری اس دعوت پر لبیک کہا وہاں علماء کرام کے جوابی فتووں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ بڑے بڑے مفتیان اسلام اور معتبر دینی درسگاہ کے ذمہ داران اس وقت سونیا جی کے ساتھ ہیں۔ آخر وہ لوگ بھی تو قرآن ہی کو پڑھ اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ اس پورے ہنگامے میں علماء کی گرجدار آواز اور تقویٰ نما جبہ و دستار کے آگے قرآن کی اصل آواز دب کر رہ گئی۔ مسلم قائدین اور علماء نے قرآن کی آواز کو خاموش کردیا۔ یہ ایک انتہائی سنگین صورت حال ہے جس پر ہر مسلمان کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب کسی مسئلے پر اللہ اور اس کے رسول کا حکم معلوم ہو جائے تو پھر اس کے بعد کسی قیل و قال کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اللہ اور اس کے رسول کی آواز برحق ہے۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ رسول کی آواز کی علی الرغم اپنی صدا بلند کرے۔ اللہ کا ارشاد ہے "لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" کہ اگر کوئی شخص تاریخ کے کسی مرحلے میں ایسی جسارت کرتا ہے کہ اس کی آواز رسول کی آواز سے بلند معلوم ہو تو عام مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اسے گدھے کی اس آواز پر محمول کریں جس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "الکفر ملة واحدة" اس کلیے کی صداقت تسلیم کرنے کے بعد اس بات کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ ہم کفار و مشرکین میں سے کسی کو اپنا خیر خواہ تسلیم کریں اور کسی کو اپنا دشمن۔ کفر کفر ہے خواہ اسے بھاجپائی قالب میں پیش کیا جارہا ہو یا کانگریسی رنگ میں۔ رسول اللہ ﷺ سے وابستگی کا تقاضا ہے کہ ہم اُن تمام پارٹیوں اور قائدین سے برأت کا اعلان کریں جو اس ملک میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کا نظام رائج کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان عقل کل ہے۔ سو بات کی ایک بات ہے، اس سے آگے کی کوئی بات نہیں سوچی جاسکتی۔ اس لئے جو لوگ اس واضح فرمان کے باوجود بعض سیاسی پارٹیوں کو مسلمانوں کا مونس و غمخوار بتاتے ہیں وہ دراصل اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں۔ ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جو رسول کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کر اپنے اعمال کو تلپٹ کئے لیتے ہیں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے علاوہ شاید دوسری سیاسی پارٹیاں اسلام اور مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہوسکتی ہیں۔ بعض لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جو مسلمان بی جے پی میں گیا اس کا تو ایمان غارت ہوا، البتہ دوسری سیاسی پارٹیوں میں ہمارا ایمان صحیح سلامت رہتا ہے۔ یہ تاثر اس لئے عام ہے کہ کانگریس اور دوسری سیاسی پارٹیوں میں پہلے سے داڑھی اور ٹوپی والے خادمین اسلام موجود ہیں جو اپنی نمازوں کے ساتھ ساتھ نظام کفر کے استحکام میں بھی دل و جان سے لگے ہیں اور چوں کہ بی جے پی حکمراں پارٹی کی حیثیت سے نئی ہے اور اس کے پاس مولوی نما مسلمانوں کی کمی ہے اس لئے ابھی عام مسلمان بی جے پی کے خیمے میں داخل ہونے کو اپنے ایمان کا زیاں سمجھتا ہے۔ خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھئے تو مسلمانوں کے ایمان کو بی جے پی کے اندر بھی اتنا ہی خطرہ ہے جتنا دوسری سیاسی پرائیوں میں۔ ہم جب بھی کسی غیر اسلامی ایجنڈے کے لئے کام کرنے یا اسے تعاون دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسلام سے ہماری وابستگی پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ مسلمان خواہ بی جے پی میں ہوں یا کانگریس میں یا اور کسی سیاسی پارٹی میں، نظری حیثیت سے ان کا رشتہ رسول اکرم ﷺ سے ٹوٹ چکا ہے۔ مسلمان بنے رہنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان سیاسی پارٹیوں سے نکل کر دوبارہ رسول اکرم کے خیمے میں واپس آجائیں۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اس ملک میں سونیا گاندھی، ملائم سنگھ اور کانشی رام جیسے لوگ مسلمانوں کے حامی اور مددگار بن سکتے ہیں۔ بعض لوگ یہ بھی کہنے سے باز نہیں آتے کہ اگر غیر بی جے پی توتوں کو سپورٹ نہ کیا گیا تو اس ملک سے جمہوری فضا ختم ہو جائے گی، فاشزم کا بول بالا ہوگا اور مسلمانوں کے لئے موجودہ جمہوری ماحول بھی باقی نہ رہے گا۔ ہمارے خیال میں اس قسم کی باتیں دراصل رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کہ "سارے کفر ایک ملت ہیں" کو برحق نہ ماننے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ ہمارے خیال میں کون سا کافر زیادہ نقصان دہ ہے اور کون سا کم۔ ہمیں تو دونوں کفر سے اپنا دامن بچانے کا حکم دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔ رہی یہ بات کہ بی جے پی اور کانگریس میں کون زیادہ فاشسٹ یا زیادہ نقصان دہ ہے تو یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے۔ کبھی آپ ایک کو بڑا دشمن پائیں گے تو کبھی دوسرے کو۔ ہمیں تو اس اختلاف میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں کہ ہمارے لئے نبی کا فرمان برحق ہے اور ہمیں ہر قسم کے کفر سے اپنا دامن بچا کر اس ملک میں اسلامی ایجنڈے کی سربلندی کے لئے اہل ایمان کی صف بندی کا کام سونپا گیا ہے۔ خلافت پارٹی کچھ اور کر سکے گی یا نہیں، البتہ اتنا تو ضرور ہوگا کہ کفر کی معصیت سے نکل کر آپ خود کو ایک ایسے ایجنڈے کے کام کرنے والوں میں پائیں گے جن کے لئے نہ صرف یہ کہ دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس کے برعکس اگر آپ قرآن کی آواز پر کان دھرنے کے بجائے درباری علماء کے بہکاوے میں آگئے اور مختلف سیاسی پارٹیوں کی خدمت میں اپنی عمر ضائع کرتے رہے تو ذرا غور کیجئے آپ کے پاس اس دن کیا جواب ہوگا:

"اس دن حقیقی حکمرانی صرف رحمان کی ہوگی اور وہ دن منکرین کے لئے بڑا سخت ہوگا۔ ظالم اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا: اے کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہائے رے بدنصیبی کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا کہ اس کے بہکاوے میں آکر میں نے وہ نصیحت کھودی جو مجھ تک آئی تھی۔ سچ ہے شیطان انسان کے معاملے میں بیوفا ہے۔" (فرقان: ۳۰)

اور تب ہی ایسے ہی موقع پر رسول بھی پکار اٹھے گا کہ

"اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو مذاق بنا رکھا تھا۔"

جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جنہیں آخرت کے برپا ہونے پر یقین ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس ملک میں ان کی حفاظت اور غمگساری کا کام نہ تو کانگریس کر سکتی ہے اور نہ ہی بی جے پی یا کوئی اور سیاسی پارٹی۔ ان میں سے کوئی بھی ہمارا بہی خواہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا۔ "اے نبی! ہم نے تو اسی طرح مجرموں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے اور تمہارے لئے تمہارا رب ہی رہنمائی اور مدد کو کافی ہے۔" □



ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

اسامہ، شنکر آچاریہ اور ہندوستانی مسلمان

ہندوستانی مسلمان اپنی شناخت کے مسئلے پر اس وقت سخت ذہنی تشنج سے دوچار ہیں۔ پچاس برسوں تک سیکولر جمہوری فضا میں سانس لینے کے باوجود ان کے لئے ابھی تک یہ طے کرنا ممکن نہیں ہو پایا ہے کہ وہ آخر ہیں کیا؟ وہ محض ایک سیکولر جمہوری ملک کے شہری ہیں یا ان کی کوئی اور آفاقی اور عالمی شناخت بھی ہے۔ اس لئے اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی بین الاقوامی ملی شناخت سیکولر جمہوری شناخت سے متصادم ہو گئی ہو۔ ان کے لئے یہ طے کرنا بھی مشکل ہے کہ وہ ان دو شناختوں میں سے کسے ترجیح دیں اور کس شناخت سے ہمیشہ کے لئے بری الذمہ ہو جائیں؟ واقعہ یہ ہے کہ معاملہ اتنا آسان بھی نہیں البتہ اہل دانش کے درمیان ان مسائل پر کھل کر گفتگو ہونی چاہئے تاکہ جو لوگ اپنے آپ کو دو شناخت کے درمیان گھرا پاتے ہیں اور جس دوہرے گھراؤ کی وجہ سے ان کی ملی اسلامی شخصیت مسخ ہوتی جاتی ہے۔ اس سنگین صورت حال کا کسی حد تک ازالہ ہو سکے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کی دلچسپیاں اور ہمدردیاں ملک کی سرحدوں کے باہر بھی ہیں۔ ایک بین الاقوامی امت کی حیثیت سے دنیا کے مختلف گوشوں میں اسلام اور مسلمانوں پر جو گزرتی ہے اس سے براہ راست ہم خود کو متعلق سمجھتے ہیں۔ بوسنیا میں مسلمانوں کی ہزیمت، کوسووو میں ہمارا قتل عام، فلسطین میں مسلم بھائی بہنوں کی بے بسی، عراق پر امریکی بمباری اور چیچنیا یا داغستان کے علاقوں پر روسی حملے ہمیں سخت مضطرب کئے دیتے ہیں۔ اسلام کے حوالے سے دنیا کے کسی بھی گوشے میں اگر کسی گروہ کو پسپائی کا سامنا ہے تو ہم اسے اپنی قومی پسپائی پر محمول کرتے ہیں۔ یوں تو دنیا میں کہیں بھی کسی پر ظلم ہو ہمیں اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا ہے' البتہ امت مسلمہ کے ساتھ ہمارا معاملہ خصوصی نوعیت کا ہے۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جو لوگ دین کے حوالے سے کوئی تحریک چلا رہے ہیں خواہ وہ ہماری طرح سوچتے ہوں یا نہیں' ہماری ہمدردی اور توجہ کے مستحق ہیں کہ یہ خالص دینی معاملہ ہے' عقیدے کا حصہ ہے جس سے دستبردار ہو کر ہم مسلمان نہیں رہ سکتے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من لم يهتم بامور المسلمين فليس بمسلم"

اس وقت مسلمان اہل فکر کے درمیان یہ بات زوروں سے چل رہی ہے کہ موجودہ دنیا کو نظام کفر سے آزاد کرانے کے لئے پرامن تبدیلی کا راستہ غالب ہے یا مسلح جدوجہد کا۔ بعض لوگ اس خیال کے حامی ہیں کہ اب موجودہ متمدن دنیا میں جہاں ذرائع ابلاغ کلیدی رول ادا کر رہے ہیں، پرامن طریقہ تبلیغ گفت و شنید، مصالحت اور مفاہمت کے ذریعے بہت کچھ حاصل کر لینا ممکن ہے۔ لیکن اہل فکر کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ محض وعظ و نصیحت اور التجا و فریاد سے نہ کل کچھ حاصل ہوا تھا اور نہ آج کچھ حاصل ہونے والا ہے۔ اس خیال کے حامیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس وقت جو لوگ دنیا کی قسمتوں کا فیصلہ کرتے ہیں اور جن ممالک کو بوجوہ اقوام عالم میں کلیدی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اس کی اصل وجہ ان کے پاس قوتِ نافذہ کا ہونا ہے۔ پھر یہ کہ اگر فلسطین میں اسرائیل مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کے لئے آمادہ ہے تو اس کی وجہ اس کی امن پسندی نہیں بلکہ انقلابیوں کی کبھی نہ ختم ہونے والی تحریک ہے۔ اس خیال کے حامی یہ بھی کہتے ہیں کہ امن فارمولے کا اصل فائدہ تو غاصب اقوام کو جاتا ہے جو کمزوروں کو ان کا حق واپس کرنے کے بجائے یہ چاہتے ہیں کہ موجودہ صورت کو صحیح مان کر کچھ لے دے کر جنگ بندی کا اعلان ہو جائے۔ اس سے قطع نظر کہ ان دو نقاط نظر میں کون صحیح ہے اور کون غلط ہمارے نزدیک دونوں طرح کے اہل فکر یکساں احترام کے مستحق ہیں۔ امت کے اندر کسی بارے میں دو رائے کا پایا جانا عین فطری ہے اور جب تک ان دونوں نقاط نظر کی بنیاد کتاب و سنت میں پائی جاتی ہو ہمیں اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو کنارے رکھتے ہوئے ان دونوں کا احترام کرنا ہوگا۔ یہ تو خیر ایک اصولی بات تھی البتہ اگر ہمیں کسی ایک نقطہ نظر کی صحت کے بارے میں شبہ ہونے لگے تو ہمیں نہ صرف یہ کہ یہ حق حاصل ہوگا کہ اس سے اپنا دامن بچائیں بلکہ ہماری یہ ذمہ داری بھی ہوگی کہ اس نقطہ نظر کے حاملین کی درستگیٔ فکر کا سامان کریں۔ ہم محض یہ کہہ کر اپنا دامن نہیں بچا سکتے کہ ہم ٹھہرے امن پسند، ہمیں تشدد پسندوں سے کیا سروکار' اس لئے کہ جو لوگ کسی وجہ سے تشدد کے راستے پر چل نکلتے ہیں وہ بھی ہماری ہی طرح مستند مسلمان ہیں۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آخر کس چیز نے انہیں اسلحہ اٹھانے پر مجبور کیا ہے؟

پھر ایک تیسری بات جو ان دونوں باتوں سے بھی اہم ہے وہ یہ کہ اگر ہمیں کسی وجہ سے مسلمانوں کے کسی گروہ سے اختلاف ہو گیا ہو تو ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ ہم اس مسلم گروہ کے مقابلے کے لئے غیر مسلموں سے

جائیں۔ امت کا باہمی اختلاف امت کے اندر ہی طے کیا جائے گا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جنگ صفین میں جب حضرت علیؓ کی فوجیں مسلسل میدان جیت رہی تھیں اور حضرت معاویہؓ کی شکست کے صاف آثار دکھائی دینے لگے تھے عین ان نازک ایام میں ہرقل روم کا ایک نمائندہ اس پیشکش کے ساتھ حاضر ہوا کہ وہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں امیر معاویہؓ کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس نازک لمحے میں بھی حضرت معاویہ نے اسے جو جواب دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائی عہد میں امت میں اجتماعی شناخت کا تصور کتنا واضح تھا۔ آپؓ نے فرمایا:

"عیسائی کتے! تیری یہ مجال کہ تو حضرت علیؓ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ یاد رکھ کہ تو نے حضرت علیؓ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو سب سے پہلے میری تلوار تیرا کام تمام کردے گی۔ ہمارے اور علیؓ کے درمیان جو کچھ ہو رہا ہے یہ ہمارا اندرونی معاملہ ہے۔"

گویا آپس میں ہمارے درمیان کتنا ہی سخت اختلاف کیوں نہ واقع ہوگیا ہو ہم اس کے مقابلے میں امت سے باہر کسی شخص یا گروہ کی مدد نہیں لے سکتے۔

گذشتہ دنوں اسامہ بن لادن کے حوالے سے ایک چھوٹی خبر کچھ اس طرح اخبارات میں اچھالی گئی کہ ہمارے بعض امن پسند حضرات اس اندوہناک خبر کی تاب نہ لاپائے۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اسامہ کے مفروضہ خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے دہلی کی سڑکوں پر سوامی مہاراج اور حضرت مولانا جیسے لوگ ایک ساتھ مارچ کرتے نظر آئے۔ قدم سے قدم کندھے سے کندھا ملاتے ہوئے ان مارچ کرنے والوں کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ اسامہ سے نمٹنے کے لئے سبھی دھرم کے لوگ یک جٹ ہوجائیں۔ اس لئے کہ ان حضرات کے بقول دنیا کے سبھی دھرم ایٹم بم کے بجائے محبت بم بنانے کی ترکیب بتاتے ہیں۔ دوسرے دن اخبارات میں مہاشے لوگوں کے ساتھ جماعت اسلامی والوں کی بھی ہنستی مسکراتی تصویریں چھپیں۔ اور ایسا لگا کہ اسامہ جیسے دہشت گرد سے اچانک ملک کی سلامتی کو جو خطرہ ہو چلا تھا وہ اب ختم ہوگیا ہے۔ اخبارات میں جماعت اسلامی کے نائب صدر کے حوالے سے یہ بات بھی پڑھنے کو ملی کہ اسامہ محض ایک پریشان کرنے والا آدمی ہے اور یہ کہ اگر اسامہ کا خطرہ واقعتاً حقیقی ہے تو اس کا صحیح، درست اور پائیدار حل روحانی رہنما ہی تلاش کرسکتے ہیں۔ اور چوں کہ روحانی جمگھٹے میں جماعت اسلامی کے قائدین کے علاوہ شنکر آچاریہ سوامی مادھو آنند سرسوتی اور سوامی اگنی ویش جیسے مہاپرش بھی شامل تھے، اس لئے فطری طور پر یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاید ان مہاپرشوں کی مدد سے ہماری ایک محترم جماعت نے اسامہ خطرے کا کوئی واقعی حل ڈھونڈنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔

ہمارے لئے مشکل یہ آن پڑی ہے کہ اسامہ سے لاکھ اختلاف کے باوجود ہم اس کی مخالفت میں سوامی حضرات کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جب امت میں کسی بڑے مسئلے پر اختلاف واقع ہوا ہے تو اس بحث میں صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنے کے لئے امت کے باہر سے کسی مستند و معتبر آدمی کو برآمد کرنے کا رواج ہماری تفقہ اور تدبر کی تاریخ میں رہا ہے یا نہیں؟ بلکہ ہم تو ہر لمحے ایک نئی تاریخ بنانے کے بھی قائل ہیں بشرطیکہ اس کے لئے کتاب و سنت میں کوئی دلیل پائی جاتی ہو۔ جو لوگ اسامہ سے اتفاق نہیں کرتے انہیں شرعی طور پر اس کا حق حاصل ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسامہ ایک منحرف فکر کی نمائندگی کرتا ہے، انہیں بھی یہ جان لینا چاہئے کہ فکر و نظر کا یہ اختلاف ہمارا اندرونی معاملہ ہے۔ ہم کسی سوامی یا شنکر آچاریہ کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ اسامہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے کجا کہ ہم قدم بقدم اس مسئلے پر ان کے ساتھ شریک ہوں اور ان کی آوازوں میں اپنی آواز ملا رہے ہوں۔ امت کا اندرونی معاملہ اور اندرونی اختلاف باہمی گفت و شنید سے ہی حل کیا جانا چاہئے، کسی بیرونی قوت کو دعوت دے کر ہم اپنی تباہی کا سامان کرتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ اسامہ یا اس جیسے بے شمار لوگوں کو "راہ راست" پر لانے کے خواہشمند ہوں انہیں چاہئے کہ وہ باہمی نصح اور خیر خواہی کا راستہ اختیار کریں اور اس مسئلے کا امت سے باہر کسی فورم پر تذکرے سے بھی اجتناب برتیں۔ اسامہ سے لاکھ اختلاف کے باوجود ہم اپنی دینی جماعتوں کو اسامہ کے مقابلے میں سوامی اگنی ویش کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالنے کو انتہائی نامناسب سمجھتے ہیں اور اسے امت کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت پر محمول کرتے ہیں۔

جو لوگ وطن پرستی کے بھونڈے اظہار کے لئے اسامہ کو خطرہ بتا کر امن مارچ منعقد کرتے ہیں یا جو حضرات ہندپاک جنگ کے درمیان یا کارگل میں فوجی مہم جوئی کے موقع پر غیرضروری جوش و جذبے کا مظاہرہ کرتے اور ہنگامہ و جلوس کے ذریعے یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان بھی وطن دوستی میں کسی سے پیچھے نہیں، انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ پچاس سال کے عرصے میں اب ہندوستانی مسلمانوں کی جو نسل اس سرزمین پر رہتی ہے خود کو ایک پراعتماد شہری سمجھتی ہے؟ اسے اپنی وفاداری کے لئے ان اوچھے ہتھکنڈوں کی ضرورت نہیں۔ ملک کی سلامتی کا مسئلہ اور سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری جن اداروں پر عائد ہوتی ہے وہ شب و روز چوکسی سے اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے غیرضروری اظہارِ وطن پرستی سے ملک کا تو کچھ بھلا نہیں ہوتا البتہ آپ کی تصویر عجب مضحکہ خیز ہوجاتی ہے۔

رہی یہ بات کہ اسامہ کے خطرے کا صرف مجوزہ محبت بم کے ذریعے دفاع کیا جاسکتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلے کو غیرمعمولی طور پر آسان سمجھنے اور سنجیدہ باتوں کو نعروں میں اڑا دینے کی ترکیب ہے۔ مسلمانانِ ہند کی صحیح رہنمائی تو اس وقت ہوگی جب ان جیسے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے شرعی رہنمائی فراہم کی جائے۔ ہمارے یہاں قریب ترین تاریخ میں مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا وہ مکتوب بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے جس میں انہوں نے نادر شاہ کو دہلی پر حملے کی دعوت دی تھی۔ شاہ صاحب کی اس تفہیم پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ نئے عہد میں راستہ بنانے کے لئے ان علمی مباحث کی تنقید و تفہیم بھی ضروری ہوگی۔ جو لوگ اسامہ خطرے کا مقابلہ کرنے میں واقعی سنجیدہ ہوں انہیں چاہئے کہ ان بنیادی مباحث پر بھی کھلی گفتگو کا آغاز کریں کہ شرعی بنیادوں کے بغیر اگر آپ نے کوئی محبت بم بنا بھی لیا تو امت کے لئے یہ قابل قبول نہیں ہوسکے گا۔ اللہ ہم سبھوں کو پریم بم استعمال کرنے کا سلیقہ دے! □



راشد شاز تاریخی شہر میسور میں مسلم طلباء کو زندگی کا درس دیتے ہوئے

اکلوتی زندگی کا منشور

زندگی میں ہدف کا تعین کامیابی کی پہلی منزل ہے

اگر آپ اس زندگی سے جو صرف ایک بار جینے کو ملی ہے، واقعی کوئی اہم کام لینا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ اہم کام ہے کیا؟ آخر آپ اپنی زندگی سے کون سا کام لینا چاہتے ہیں؟ دنیا میں لوگوں کی غالب اکثریت کے پاس زندگی کا کوئی واضح ہدف نہیں ہوتا۔ بھیڑ جس طرف چلتی ہے اس طرف عام لوگ بھی چل نکلتے ہیں۔ سماجی محرکات اور مروجہ افکار لوگوں کو ایک ایسی پاگل دوڑ میں شامل کردیتے ہیں جس کا انہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔ انسانوں کا ریلا وقت کے سمندر میں بہا جاتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کی توفیق کسی کو نہیں ہوتی کہ وہ اس ریلے کا حصہ کیوں بنا؟ یا اس پاگل دوڑ میں دوسرے سے آگے نکل جانے کے لئے اتنا بیتاب کیوں ہے؟ ہاں! اگر کسی کو ان خطرناک سوالات نے پریشان کیا اور وہ چند لمحے کے لئے بھیڑ سے باہر جا نکلا تو پھر وہ عام لوگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو تاریخ کا دھارا متعین کرتے ہیں، جنہیں ہم ان کی بھیڑ سے الگ ہونے کی وجہ سے بڑا آدمی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

عام انسانوں کی زندگی کولھو کے بیل جیسی ہوتی ہے۔ صبح سے شام تک مادّے کی تلاش، چھوٹے گھر سے بڑے گھر کی خواہش، چھوٹی گاڑی سے بڑی گاڑی کا حصول اور کبھی نہ ختم ہونے والی ضرورتیں انہیں کچھ اس طرح اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں کہ ان بیچاروں کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ زندگی کب شروع ہوئی اور کب ختم ہوگئی۔

عام لوگ زندگی کے امکانات بھرے سمندر میں کچھ اس طرح چھلانگ لگاتے ہیں کہ انہیں خود معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنے لئے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو کچھ جب ہاتھ آگیا اسے غنیمت جانتے ہیں۔ ابھی سائیکل ہاتھ آئی تھی پھر جب اسکوٹر دکھائی دی تو سائیکل چھوڑ کر اسکوٹر کی طرف لپکے اور ابھی اسکوٹر سے جی بھی نہ بھرا تھا کہ چمچماتی کاروں پر اپنا نشانہ لگا بیٹھے۔ زندگی کے امکانی سطح پر جو مادّی لوازمات تیرتے دکھائی دئے ان کے حصول میں کچھ اس طرح الجھے کہ سطحِ آب کے اندر قیمتی پتھروں اور انمول موتیوں کی طرف نگاہیں نہ گئیں۔ ان ہی میں سے جو عقلمند ہوتے ہیں وہ امکانات کے سمندر سے اپنے لئے کچھ حاصل کرنے سے پہلے اس بات کا خوب اندازہ لگاتے ہیں کہ وہاں کیا کیا چیزیں دستیاب ہیں۔ اگر بیش قیمت موتی موجود ہیں تو پھر سیپ اور گھونگھوں سے اپنی جیب بھرنے سے کیا فائدہ۔ کسی ایسی چیز کو زندگی کا ہدف کیوں قرار دیا جائے جس کے حصول کے بعد ایسا لگے کہ خواہ مخواہ ہم نے اپنی قوت ضائع کی، ہمیں تو اس سے بڑی چیز کی ضرورت تھی۔ اور پھر اس بڑی چیز کے حصول کے بعد ایسا لگے جیسے یہ بھی اصل ہدف نہیں تھا کہ اگر زندگی اس طرح ایک منزل سے دوسری منزل اور دوسری سے تیسری منزل کی دوڑ دھوپ میں نکل گئی اور ہم یہ احساس لئے اس دنیا سے رخصت ہوئے کہ اصل منزل تو دور رہ گئی تو اس وقت احساس زیاں سے ہماری ناکامی کا ازالہ نہیں ہوسکتا۔

جب میں چھوٹا تھا، شہر کی جامع مسجد کے نیچے مقبولِ عام ڈھابے پر شبراتی کی انگیٹھی ہر وقت جلتی رہتی۔ جب بھی گزرتا اسے کچھ نہ کچھ پکاتے مصروف پاتا۔ کبھی جلیبیاں تلی جارہی ہیں تو کبھی پکوڑیاں کڑاہ میں ڈالے جانے کی آواز آرہی ہے۔ موسم کوئی بھی ہو، صبح ہو یا شام ہر وقت شبراتی کی دکان پر اژدہام ہوتا۔ عید آتی بقرعید آتی یا رمضان میں تراویح کے اوقات ہوتے، بیچارے شبراتی کو ایک لمحے کے لئے فرصت نہ ہوتی۔ نہ جانے کتنے موسم آئے اور گزر گئے، شبراتی کی زندگی اسی طرح چلتی رہی۔ ہاں یہ ضرور ہوتا رہا کہ وہ شہر میں مسلسل جائیداد خریدتا رہا اور اس کے لڑکوں کو پیدل مٹرگشتی کے بجائے آوارہ گردی کے لئے موٹر سائیکل میسر آگئی۔ رمضان شروع ہوتا اور عید آجاتی لیکن شبراتی کو پتہ نہ چلتا کہ قیام اللیل کی راتیں کب آئیں اور کب گزر گئیں۔ پھر ایک صبح اچانک یہ ہوا کہ شبراتی نہ آیا، اس کے انتقال کی خبر آگئی۔ میں نے سوچا: برسہا برس سے کولھو کے بیل کی طرح مسلسل جتے رہنے والا شبراتی جسے آج ہی اس صبح و شام کے چکر سے نجات ملی ہے اب یہ سوچتا ہوگا کہ یہ سب کیا ہوتا رہا، کیسے ہوتا رہا کہ وہ ایک ایسے کولھو کا حصہ بن گیا تھا، جس کا سفر اسی وقت ختم ہوتا ہے جب خود مسافر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہ کیسا ظالمانہ سفر ہے کہ اگر ایک بار شروع ہوگیا تو پھر کسی اور کام کی مہلت نہیں دیتا۔

پھسلتی زندگی کے تعاقب میں (۲)

شبراتی تو خیر ایک جاہل آدمی تھا' اسے نہ تو زندگی کا کوئی شعور تھا اور نہ ہی فلسفیانہ سوالات اسے پریشان کرتے تھے لیکن ہم میں جو بڑے بڑے ڈگری یافتہ لوگ ہیں اور جو اس زندگی میں بظاہر ایک کامیاب زندگی گزار رہے ہیں ان کا حال بھی اس غریب شبراتی سے کم نہیں۔

ہمارے ایک کرم فرما ملک کے اچھے وکلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ جب دیکھئے ان کے ارد گرد فائلوں کا انبار ہے۔ الماریاں قانون کی موٹی موٹی کتابوں سے پٹی ہیں جن میں مختلف رنگ کے کاغذوں سے نشانات لگائے گئے ہیں۔ چند لوگوں کا عملہ مسلسل ان کے لئے ٹائپ کر رہا ہے۔ موکلوں کا ہجوم ہے' ان کا ہر گھنٹہ ہزاروں روپئے میں بک ہے۔ مفید اور غیر مفید ہر قسم کے مشورے کی فیس ہے۔ ایک ایک لمحہ روپیوں میں گنا جارہا ہے۔ ایک صاحب صرف اس لئے مامور ہیں کہ وہ ان کے ہر لمحے کو کچھ اس طرح سے ترتیب دیں کہ اس سے زیادہ سے زیادہ آمدنی کی جاسکے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ صاحب اتنے بہت سے پیسوں کا کرتے کیا ہیں' لیکن ہم نے انہیں جب بھی دیکھا' یہی محسوس ہوا کہ اس بیچارے کے پاس اپنے لئے کوئی وقت نہیں ہے۔ جیسے جیسے ان کی شہرت بڑھتی جاتی ہے' زندگی کے کولھو میں ان کی گردش بھی تیز ہوتی جاتی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب زندگی کا دُھرا اچانک ٹوٹ جائے گا۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ آخر یہ شخص چاہتا کیا ہے؟ بہت سی شہرت' بہت سے پیسے' بہت سی خدمت یا کچھ اور۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان سوالات پر انہیں کبھی غور کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ رزق کے حصول کے لئے انہوں نے قانون دانی کو اپنے لئے منتخب کیا۔ آدمی ذہین اور محنتی تھے' اس میدان میں چلے تو کچھ اس شان سے چلنے لگے کہ بہت سے پیچھے رہ گئے۔ پھر شب و روز کچھ اس طرح گزرے کہ انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب بھرپور زندگی سے نکل کر ایک مشینی شکنجے میں کس گئے۔

بھیڑ میں چلنے والے عام لوگوں میں سے کسی کی زندگی کا بھی جائزہ لیجئے تو آپ بآسانی محسوس کر سکتے ہیں کہ وہ شخص جو بظاہر بہت کامیاب نظر آتا ہے' وہ بے سوچے سمجھے زندگی کے کسی کولھو میں لگ گیا ہے اور چوں کہ اسے اس بات کا احساس نہیں کہ زندگی کتنی قیمتی شی ہے جو صرف ایک بار جینے کو ملتی ہے اس لئے وہ اس کولھو نظام میں کوئی بے چینی محسوس نہیں کرتا۔ اس کے اندر اس کولھو سے جان چھڑانے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔

اگر آپ اپنی زندگی سے واقعی کوئی کام لینا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے آپ کو اس بھیڑ سے الگ کرنا ہوگا جس میں بے سوچے سمجھے نہ جانے کتنے لوگ بھاگے چلے جارہے ہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ اپنی زندگی کے بارے میں ایک سوچا سمجھا منصوبہ رکھتے ہوں۔ آیئے سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ آپ کے پاس زندگی کا کوئی منشور ہے یا نہیں؟ آپ نے اپنے لئے زندگی میں کیا کام کرنا طے کیا ہے؟ جس طرح ہر ادارے' انجمن یا جماعت کا ایک Mission statement ہوتا ہے اسی طرح آپ کا بھی اپنے لئے ایک Mission statement ہونا چاہئے تاکہ آپ کو یہ معلوم رہے کہ آپ کو جانا کدھر ہے؟ امکانات کی اس زندگی آپ نے اپنے لئے کون سا رول منتخب کیا ہے' یعنی یہ کہ آپ کی زندگی کا ہدف کیا ہے؟ اگر آپ اپنی زندگی کے اس متعینہ ہدف سے واقف نہیں تو جان لیجئے کہ آپ زندگی میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو بے سوچے سمجھے ریلوے اسٹیشن جا پہنچا ہو اور جسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ اسے کہیں جانا بھی ہے۔ اگر آپ کے پاس پانے کو کوئی منزل نہیں اور سفر کے لئے کوئی سمت نہیں تو یہی امکانات بھری زندگی آپ کو ایک عذاب معلوم ہوگی' اس لئے بلا کسی تاخیر کے کرنے کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اپنی انفرادی زندگی کا ایک واضح ہدف متعین کریں۔

ہدف کے تعین میں بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔ زندگی کا منشور روز روز نہیں لکھا جاتا' اس لئے آپ اپنے لئے جو کچھ متعین کریں بہت سوچ سمجھ کر کریں۔ بڑے لوگوں کی کامیابی کا راز اسی نکتے میں پوشیدہ ہے کہ جب وہ ایک بار اپنے لئے ہدف متعین کر لیتے ہیں تو اب ساری توجہ اس ہدف کو حاصل کرنے پر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ روز روز زندگی کا ہدف بدلتے ہیں یا جو ہر روز اپنے آپ کو ایک نئے رول کے لئے تیار کرتے ہیں ان کی ساری توانائیاں مختلف سمتوں میں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کامیابی کے لئے مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے ہدف کے حصول کے لئے لگے رہنا ضروری ہے۔ ہدف کے تعین کے بعد کمال احتیاط کے ساتھ اس جائزے کی ضرورت ہوگی کہ آپ نے جو ہدف متعین کیا ہے' کیا واقعی یہ ایسا ہدف ہے جس کے حصول میں آپ اپنی اس اکلوتی زندگی کو قربان کر دیں۔ اگر آپ کا دل ہر طرح سے مطمئن ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے کامیابی کی پہلی منزل طے کر لی ہے۔ اب آپ کی ساری توجہ اس ہدف کے حصول پر لگ جانی چاہئے۔

آیئے اس نکتے کو ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ فرض کیجئے کہ آپ ایک طالب علم ہیں اور آپ کسی وجہ سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ کو انفارمیشن ٹکنالوجی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہے۔ ہوسکتا ہے آپ اپنی اس لیاقت سے کوئی بڑا کام لینا چاہتے ہوں۔ ہمیں فی الوقت اس سے بحث نہیں کہ آپ نے یہ ہدف اپنے لئے کیوں متعین کیا ہے؟ اگر آپ کا دل اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ آپ اپنے آپ کو ایک آئی ٹی پرسنل کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں تو اب ہر لمحے آپ کو بس یہی فکر ہونی چاہئے کہ ابلاغی ٹکنالوجی کے علوم جلد از جلد آپ کی گرفت میں کیسے آجائیں۔ اب اٹھتے بیٹھتے آپ کو صرف ایک فکر ہونی

پھسلتی زندگی کے تعاقب میں (۲)

چاہئے۔ صبح اخبار دیکھتے ہوئے یا نگاہیں ٹیلی ویژن پر خبروں کا تعاقب کرتے ہوئے بس یہی دیکھتی ہوں کہ آپ کے مطلب کی اس میں کون سی بات کہی گئی ہے۔ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں' آپ پر تو بس یہی دھن سوار رہے۔

لیکن یہ تو زندگی کے لئے ایک چھوٹا سا ہدف ہوا جسے آپ چند سالوں میں حاصل کر لیں گے۔ پھر آپ کے پاس آگے کی اسکیم بھی ہونی چاہئے' اس لئے کہ ابلاغی ٹکنالوجی کا ماہر ہونا خود اپنے آپ میں کوئی مقصد نہیں ہو سکتا' یہ تو کسی بڑے مقصد کے حصول کے لئے پہلی سیڑھی ہے۔ اس لئے آپ کو زندگی کا منصوبہ لکھتے وقت آگے کی سیڑھیوں کا بھی لازمی پتہ ہونا چاہئے۔

اب آیئے ذرا اس سے آگے کی بات سوچی جائے۔ فرض کیجئے کہ آپ موجودہ نظام سے سخت نالاں ہیں۔ آپ دن رات اسے الٹ پھینکنے کی ترکیبیں سوچتے ہیں۔ کسی وجہ سے آپ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب تک دنیا میں ایک عالمی خلافت قائم نہیں ہوتی' بین الاقوامی غنڈوں اور دہشت گرد ممالک کو لگام دینا مشکل ہے۔ آپ ٹھہرے ایک تنہا نوجوان جس کے پاس نہ تو وسائل ہیں اور نہ ہی آپ کو ملک میں کوئی ایسا گروہ دِکھتا ہے جو ان مقاصد کے لئے متحرک ہو۔ چند لوگ اس قسم کی گفتگو کرتے ضرور مل جاتے ہیں' لیکن کہاں چند کمزور نفوس اور کہاں منظم اور مستحکم نظام کفر۔ لیکن آپ ہیں کہ اپنی بے بسی کے باوجود عالمی خلافت کے ایجنڈے سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔ آپ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر بہت سے دردمند مسلمانوں تک خلافت کی صدا پہنچائی گئی تو عین ممکن ہے کہ اس تحریک کی حمایت میں مختلف گوشوں سے کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہوں۔ آپ کے پاس اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اخبار آپ نکال نہیں سکتے' رسالوں کے اجراء کے لئے آپ کے پاس پیسے نہیں' الیکٹرانک میڈیا آپ کی پہنچ سے باہر ہے۔ آپ یہ سوچتے ہیں کہ انٹرنیٹ کی ابلاغی ٹکنالوجی سستی ہے جہاں آپ اپنے بل بوتے پر بہت سے لوگوں تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں۔ پھر آپ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ مستقبل میں یہ ابلاغی نظام مزید ترقی کرے گا اس لئے کیوں نہ سال دو سال شب و روز کی جدوجہد کے ذریعے اس فن میں مہارت حاصل کر لی تاکہ قیام خلافت کے منصوبے کے لئے اس ذریعے کو استعمال کرنا ممکن ہو سکے۔ اگر آپ اس طرح اپنی زندگی کا منصوبہ بنانے کی ہمت اپنے اندر پاتے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے اپنی بے بسی اور کم مائیگی کے باوجود عالمی نظام کفر کے خلاف جدوجہد کا آغاز کر دیا ہے۔ اب وہ تمام لوگ جو اب تک یہ سمجھتے تھے کہ بڑی قوتوں کے خلاف ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے ان کے لئے آپ کے اس منصوبے میں سیکھنے کے لئے بہت کچھ ہے۔ چند ماہ کی بات ہے' انٹرنیٹ پر آپ کا ویب پیج اب آپ کے انقلابی پیغام کو دور دور تک لے جائے گا۔ اس کے علاوہ آپ اپنے پیغام کا ایک مختصر ورژن ای میل کے ذریعے لاکھوں لوگوں تک پہنچا سکیں گے۔ بحث و مباحثے کا ایک سلسلہ چل نکلے گا۔ کچھ لوگ بے اعتنائی کے ساتھ آپ کے پیغام کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے بلکہ ہو سکتا ہے خفا ہو کر یہ بھی لکھیں کہ آئندہ انہیں ایسا کوئی ای میل نہ بھیجا جائے۔ کچھ لوگ غضبناک ہوں گے اور کچھ لوگ دلچسپی کے ساتھ آپ کی بات سننا پسند کریں گے۔ یونیورسٹی کے کمپیوٹر سنٹر میں بیٹھے بٹھائے ایک نئے انقلاب کی آواز سننے کے لئے آپ کو بے شمار کان کھلے ملیں گے۔ آپ کی الیکٹرانک ڈاک میں خطوط کا انبار ہو گا۔ اب آپ ان میں سے اپنے کام کے آدمی تلاش کر سکتے ہیں جن سے مستقل رابطے کے ذریعے دنیا کے مختلف گوشوں میں تحریک خلافت کو منظم کرنا ممکن ہو سکے گا۔ پھر ان ہی میں اہل ثروت بھی ہوں گے اور آپ جیسے تہی دست طالب علم بھی۔ کسی بھی تحریک کو چلانے کے لئے دونوں قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ذرا غور کیجئے ایک طالب علم کی ذرا سی بلند حوصلگی نے اس کے لئے زندگی کا ایک ایسا ہدف متعین کر دیا جس سے عالمی نظام کفر کے خلاف ایک بین الاقوامی مہم کا آغاز ہو گیا۔ آنے والے دنوں میں جب یہ تحریک برگ و بار لے آئے گی' جب جابر حکومتیں اس کی ٹھوکروں سے گرنے لگیں گی تب لوگوں کے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہو جائے گا کہ اس زبردست تحریک کی بیج ایک معمولی سے طالب علم نے ڈالی تھی' جسے اس وقت اس کے دوست اس کی خیالی باتوں کی وجہ سے اس کا زیادہ سنجیدگی سے نوٹس نہیں لیتے تھے۔

دنیا میں جتنے لوگوں نے بھی انقلابات کی تاریخ لکھی ہے وہ ہمارے اور آپ کی طرح گوشت پوست کے عام انسان تھے۔ ان کے ہاتھوں میں نہ وسائل کا کوئی خزانہ تھا اور نہ ہی کوئی منظم عسکری قوت ان کے پاس تھی۔ اگر انہوں نے کوئی کامیابی حاصل کی تو اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ اپنے اہداف کے بارے میں خاصا صاف ذہن رکھتے تھے۔ انہیں واضح طور پر معلوم تھا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ یاد رکھئے کہ جس آدمی کا ہاتھ خالی ہو اور وہ کوئی کام کرنے کی ٹھان لے تو اسے دنیا کی کوئی قوت نہیں روک سکتی۔ خالی ہاتھ کا آدمی بڑا خطرناک ہوتا ہے کہ اس کے پاس کھونے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ اس راز سے واقف ہوتا ہے کہ وہ کچھ بھی کر گزرے اس کی گانٹھ سے کچھ بھی جانے والا نہیں۔ تہی دست آدمی صرف پاتا ہے کھوتا نہیں۔ اس کے برعکس جن لوگوں کے پاس وسائل ہوتے ہیں ان کے وسائل ہر لمحہ ان کے پیروں کی بیڑی بنے رہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو ہدف کے تعین میں اس بات کا ماتم نہیں کرنا چاہئے کہ آپ تو تہی دست ہیں' اتنے بڑے کام کے لئے آپ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ □

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



ترجمہ
معانی القرآن
(پارہ ۳)

یہ جو رسول ہیں ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے' ان میں سے کوئی ایسا ہے جس سے اللہ نے خود کلام فرمایا اور بعض ایسے جن کے درجات بلند کئے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید کی۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اے ایمان والو ہم نے تمہیں جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ ہی سفارش' اور جو لوگ انکار کرتے ہیں دراصل وہی ظالموں میں سے ہیں۔ اللہ' جس کے سوا کوئی معبود نہیں' جاوداں ہے' سب کچھ اس کے دم سے ہے' اسے نہ کبھی اونگھ آتی ہے اور نہ نیند' اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان پر عیاں ہے اور وہ بھی جو ان سے مخفی ہے۔ اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا کچھ وہ چاہے۔ اس کی حکمرانی تمام آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے۔ اور اس کے لئے ان کی نگہبانی گراں بار نہیں کہ اس کی ذات بلندی و عظمت والی ہے۔ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ یقیناً ہدایت گمرہی سے بالکل ممیز کی جاچکی ہے۔ اور اب جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔ اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ اللہ ہی اہل ایمان کا حامی و مددگار ہے۔ وہ انھیں تاریکی سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اور جو لوگ کفر کے مرتکب ہوئے ان کے حامی و مددگار اہل طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے تاریکی کی طرف لاتے ہیں دراصل یہی لوگ آگ والے ہیں جہاں ہمیشہ ہمیش کے لئے رہیں گے۔ کیا تم اس شخص کی بابت نہیں جانتے جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں کٹ حجتی کی کہ اللہ نے اسے اقتدار سے نوازا تھا۔ جب ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔ کہنے لگا: میں بھی زندگی بخشتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے سو تو اسے مغرب سے نکال دے تب وہ کافر مبہوت رہ گیا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یا پھر وہ جس کا گزر ایک ایسی بستی سے ہوا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھیں۔ کہنے لگا: بھلا اللہ اسے اس کی موت کے بعد پھر سے کیسے زندہ کرے گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال کے لئے موت دے دی پھر اسے زندہ کیا۔ پوچھا: کب تک پڑے رہے ہو؟ کہنے لگا: ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ۔ فرمایا: بلکہ تم سو سال اسی حال میں رہے۔ اب تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو ان میں سے کوئی چیز خراب نہیں ہوئی اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو۔ اور یہ اس لئے کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کس طرح ہم ان کا ڈھانچہ اٹھاتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر جب اس پر حقیقت واضح ہو گئی تو پکار اٹھا: اب پتہ چلا کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اور یاد کرو جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ کہا: کیوں نہیں البتہ میرے اطمینان قلب کی خاطر۔ فرمایا: تو پھر چار پرندے لو اور انہیں اپنے سے مانوس کر لو پھر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر پہاڑی پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو' پھر انہیں پکارو وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ اور جان رکھو کہ اللہ زبردست قدرت و حکمت والا ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور اس کی ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے کہ وہ زبردست وسعت والا ہے' سب کچھ اس کے علم میں ہے' جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس پر نہ احسان

جتاتے ہیں اور نہ دل آزادی کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان کے لئے نہ کسی بات کا ڈر ہے اور نہ غم۔ ایک میٹھا بول اور درگزری اس خیرات سے بہتر ہے جس سے کسی کی دل آزادی ہو اور اللہ بے نیاز اور انتہائی تحمل والا ہے۔ اے اہل ایمان! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دل آزاری کر کے اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو اپنا مال محض نام و نمود کے لئے خرچ کرتا ہے' نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ یوم آخرت پر۔ اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان ہو اور اس پر کچھ مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسے تو اسے بالکل صاف کر دے' ان کی کمائی میں سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں لگے گا کہ اللہ منکروں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی رضا کے لئے اپنی خوشی سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں بلندی پر واقع اس باغ کی مانند ہے جس پر زور کا مینہ برسے تو دوگنا پھل لائے اور اگر بارش نہ ہو تو ہلکی پھوار ہی کافی ہو اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک سرسبز باغ ہو' جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور اس میں اس کے لئے انواع و اقسام کے پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آ جائے جب کہ اس کے بچے ناتواں ہوں تب اس پر ایک آتشیں بگولا پھر جائے اور وہ جل کر خاک ہو جائے۔ اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے لئے واضح کرتا ہے مبادا تم غور و فکر کر سکو۔

اے اہل ایمان! اپنی کمائی کا بہتر حصہ انفاق کرو اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اگائی ہیں اور اس میں سے ایسی گھٹیا چیزیں خرچ کرنے کا تو خیال بھی نہ لاؤ جسے تم خود لینا قبول نہ کرو الا یہ کہ اس بارے میں چشم پوشی سے ہی کام لو۔ اور یہ جان لو کہ اللہ بے نیاز ہے' بڑی خوبیوں والا ہے۔ شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا اور فحش کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت والا ہے' اسے سب کچھ معلوم ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔ اور جسے حکمت مل گئی تو اسے درحقیقت بہت بڑی دولت مل گئی۔ مگر نصیحت تو صرف اہل دانش حاصل کرتے ہیں۔ تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو یا نذر مانتے ہو اللہ کو ان سب باتوں کا علم ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں۔ اگر تم اپنے صدقات علانیہ دو تو یہ بھی اچھی بات ہے البتہ اگر انہیں مخفی طریقے سے ضرورت مندوں تک پہنچاؤ تو یہ تمہارے لئے کہیں بہتر ہے۔ تمہارے بہت سے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔ ان کو ہدایت پر لانا تمہاری ذمہ داری نہیں کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو بہتر چیز بھی تم انفاق کرو گے اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا۔ اور انفاق نہ کرو مگر صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے۔ تم جو بھی بہتر شے انفاق کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی جائے گی۔

ان تنگ دستوں کے لئے جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں' زمین پر دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے' ان کی خودداری کی وجہ سے انجان لوگ انہیں خوش حال سمجھتے ہیں۔ تم انہیں ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو' یہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے ہیں اور تم جو بہتر چیز بھی انفاق کرو گے تو وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔ جو لوگ اپنا مال رات میں خرچ کرتے ہیں اور دن میں' دکھا کر یا چھپا کر تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑا اجر ہے' ان کے لئے نہ کسی خوف کی بات ہے اور نہ غم کی۔

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں اٹھیں مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ ایسا اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ دراصل تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالاں کہ اللہ نے تجارت کی اجازت دی ہے اور سود سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا جس کسی کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ رک گیا تو اس کے لئے ہے جو کچھ وہ پہلے لے چکا۔ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ البتہ جو اب بھی اس کا ارتکاب کرے تو دراصل یہی لوگ آگ والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ اللہ سود کو گھٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ کسی ناشکرے اور گنہ گار کو پسند نہیں کرتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل پر گامزن رہے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کیا ان کے لئے ان کے رب کے ہاں بڑا اجر ہے ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی غم۔ اے اہل ایمان اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اس سے دست بردار ہو جاؤ اگر تم واقعی مومن ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہیں اپنے رائس المال کا حق ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور اگر کوئی تنگی میں مبتلا ہو تو اسے فراخی تک مہلت دو اور اگر معاف کر سکو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے' اگر تم سمجھ سکو۔ اس دن سے ڈرتے رہو جب تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے تب ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

اے اہل ایمان! جب تم لوگ آپس میں معینہ مدت کے لئے قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور اسے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ تحریر کرے۔ اور محرر اس بات سے انکار نہ کرے کہ وہ اسے لکھ ڈالے جس طرح اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے' سو لکھ ڈالے۔ اور املا وہ کرائے جس پر حق ہوتا ہو اور اپنے رب اللہ سے ڈرے اور اس میں کوئی کمی نہ کرے۔ البتہ اگر جس پر حق عائد ہوتا ہو وہ بے عقل یا ضعیف ہو اور املا کرانے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو

اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرادے۔ اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ مقرر کرلو۔ البتہ اگر دو مرد مہیا نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہی کے لائق سمجھتے ہو۔ تاکہ اگر اس میں سے ایک بھول ہو جائے تو دوسری اسے یاد دلادے اور جب کسی کو گواہ بننے کی دعوت دی جائے تو وہ اس سے انکار نہ کرے' معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مدت تک کے لئے اسے لکھ لینے میں تساہل نہ برتو۔ اللہ کے نزدیک یہ تمہارے حق میں زیادہ مبنی برانصاف' گواہی کو زیادہ درست رکھنے والا اور اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم شک و شبہات میں نہ پڑو۔ ہاں اگر حاضر تجارت ہو اور معاملہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کا ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور گواہ کرلیا کرو جب تم کوئی لین دین کا معاملہ کرو۔ اور محرر اور گواہ کو ستایا نہ کرو کہ اگر تم ایسا کروگے تو یہ تمہارے لئے بڑے گناہ کی بات ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو' اور اللہ تمہیں آگاہ کر رہا ہے' کہ اللہ ہر چیز سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے تو رہن قبضہ میں کرادو۔ سو اگر تم میں سے کوئی دوسرے پر اعتماد کرے تو جس پر اعتبار کیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ حق اعتبار ادا کرے اور اپنے رب اللہ سے ڈرتا رہے اور شہادت کو ہرگز نہ چھپاؤ کہ جو اسے چھپائے وہ جان لے کہ اس کا دل گناہوں سے آلودہ ہے۔ اور جو کچھ تم کیا کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ ہی کا / سے ہے۔ تمہارے دلوں میں جو کچھ بھی ہے اسے خواہ ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رسول ایمان لایا اس بات پر جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل کیا گیا اور مومنین بھی۔ یہ سب کے سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں کے مابین فرق نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا' بار الہا تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اللہ کسی شخص پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ جو کچھ اس نے کمایا وہ اسی کے لئے ہے اور اسی پر اس کے کرتوت کی ذمہ داری ہے۔ بار الہا! ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر مواخذہ نہ کیجیو۔ بار الہا! ہمارے اوپر وہ بوجھ نہ ڈالیو جو ہم سے پہلے کے لوگوں پر ڈالا تھا۔ بار الہا! ہمارے اوپر وہ بوجھ بھی نہ ڈالیو جس کے سہارنے کی ہم میں سکت نہ ہو اور ہمیں معاف کردیجیو' اور ہمیں بخش دیجیو اور ہم سے رحم و کرم کا معاملہ کیجیو کہ تو ہی تو ہمارا مرجع و مولا ہے۔ سو اہل کفر کے مقابلے میں ہمیں اپنی بھرپور تائید و نصرت سے نوازیو!

آل عمران

ال م۔ اللہ' جس کے سوا کوئی لائق پرستش نہیں' زندۂ جاوید ہے' سب کچھ اسی کے دم سے ہے۔ تم پر کتاب برحق نازل کی جو اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اس کے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے توریت اور انجیل نازل کی اور فرقان نازل کیا۔ یقیناً جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لئے سخت ترین عذاب ہے۔ اور اللہ بڑا ہی زبردست بدلہ لینے والا ہے۔ یقیناً اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمانوں میں۔ وہی ہے جو رحم مادر میں تمہاری شکل و صورت جیسی چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ انتہائی بااقتدار اور زبردست حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس میں آیاتِ محکمات ہیں جو کہ دراصل اس کتاب کی اساس ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔ رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے تو وہ ان میں سے متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں تاکہ فتنہ ابھرے اور اس غرض سے بھی کہ اس کی تاویل کرسکیں حالاں کہ ان کے مطالب سے اللہ کے سوا کوئی بھی واقف نہیں۔ البتہ جو لوگ علم میں پختہ ہیں کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اور نصیحت تو صرف اہل دانش قبول کرتے ہیں۔ بار الہا! ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کیجیو اس امر کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے نوازا ہے اور ہمیں اپنی رحمت سے فیضیاب کر کہ بیشک تو ہی جود و سخا والا ہے۔ بار الہا! تو ہی تو ہے جو اس دن لوگوں کو جمع کرنے والا ہے جس دن کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ یقیناً اللہ اپنے وعدے سے پھرنے والا نہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا تو اللہ کے حضور نہ ان کا مال کچھ کام آئے گا اور نہ ان کی اولاد۔ دراصل وہی لوگ آگ کے ایندھن ہیں۔ جیسے آلِ فرعون' اور جو لوگ ان سے پہلے تھے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کی گرفت کی کہ اللہ سزا دینے میں بہت ہی سخت ہے۔ کفر کرنے والوں سے بتادو کہ تم بہت جلد مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔ تمہارے لئے ان دو گروہوں میں جو ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوئے ایک سبق تھا۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافروں کا تھا۔ صاف دیکھ رہے تھے کہ وہ تعداد میں ان سے دو چند ہیں۔ مگر اللہ جسے چاہتا ہے اپنی نصرت سے حمایت کرتا ہے۔ یقیناً اس میں دیدۂ بینا رکھنے والوں کے لئے بڑا سبق ہے۔

لوگوں کے لئے پرکشش بنادی گئی ہیں مرغوبات نفس جیسے عورتیں' اولاد' سونے چاندی کے ذخائر' نشان زدہ گھوڑے' مویشی اور زرخیز زمین۔ یہ دنیاوی

زندگی کا سامان ہے کہ سب سے بہتر ٹھکانا تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے تقویٰ شعار کیا ان کے رب کے پاس شاداب باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے' اور نفیس عورتیں اور اللہ کی خوشنودی۔ اور اللہ بندوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ وہی لوگ جو عرض گذارتے ہیں: بارالہا! ہم تو ایمان لے آئے سو تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا' جو صبر کرتے اور سچ بولتے اور حکم بجالاتے اور انفاق کرتے اور آخر شب میں گریہ وزاری کرتے ہیں۔ اللہ خود اس بات پر شاہد ہے اور فرشتے اور اہل علم بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' عدل وقسط کا قائم رکھنے والا ہے۔

اللہ کے نزدیک دراصل دین تو اسلام ہی ہے۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے تو آگاہی حق کے بعد بھی اختلاف کیا محض باہمی مخاصمت کی وجہ سے۔ اور جو کوئی اللہ کی آیات کا انکار کرے تو وہ جان لے کہ اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔ پھر اگر تم سے کٹ حجتی کریں تو کہہ دو کہ میں نے اور میرے پیروؤں نے تو اللہ کے آگے سر تسلیم خم کردیا ہے۔ اور پوچھو ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی' اور ان سے بھی جو پڑھنا نہیں جانتے' کیا تم بھی اسی طرح سر جھکاتے ہو؟ پھر اگر اطاعت گذاری تسلیم کریں تو راہیاب ہوگئے۔ اور اگر منہ پھیریں تو تمہارے اوپر صرف ابلاغ کی ذمہ داری ہے۔ اور اللہ بندوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں' اور نبیوں کا قتل ناحق کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو لوگوں میں انصاف کی دعوت لے کر اٹھے ہوں تو ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جن کے تمام اعمال تلپٹ ہوگئے دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

کیا تم ان لوگوں کی بابت نہیں جانتے جنہیں کتاب کا ایک حصہ عطا کیا گیا' جب انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق منہ موڑلیتا ہے اور وہ تو ہیں ہی منہ موڑنے والے۔ ایسا اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں آگ نہیں چھو سکتی مگر گنتی کے چند روز۔ دین کے معاملے میں ان کے خود ساختہ تصورات نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ پھر کیا گزرے گی جب ہم انہیں جمع کریں گے اس دن جس کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور جب ہر کسی کو پورا بدلہ ملے گا جو کچھ اس نے کمایا ہوگا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

کہو: اے اللہ! اقتدار کے مالک تو جسے چاہے اقتدار عطا کردے اور جس سے چاہے اقتدار چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کردے' سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے کہ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی مردہ سے زندہ برآمد کرتا ہے اور تو ہی زندہ سے مردہ برآمد کرتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے بے حدوحساب رزق دیتا ہے۔

اہل ایمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست ہرگز نہ بنائیں اور جو ایسا کرے تو اسے اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو جیسا کہ بچنا چاہئے۔ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے کہ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کہہ دو کہ تم خواہ اسے چھپاؤ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اسے ظاہر کردو اللہ اس سے باخبر ہے۔ اسے معلوم ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس دن ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو اپنے سامنے پائے گا اور اپنی کی ہوئی برائی کو بھی۔ تو وہ آرزو کرے گا اے کاش اس کے اور اس کے درمیان ایک طویل فاصلہ ہوتا۔ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بہت شفقت فرمانے والا ہے۔ کہہ دو کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کہ اللہ بخشنے والا اور بے پناہ رحم فرمانے والا ہے۔ کہہ دو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پھر اگر یہ اعراض برتیں تو جان لیں کہ اللہ انکار کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالم کے لئے منتخب کیا۔ یہ ایک دوسرے کی نسل سے ہیں۔ اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ یاد کرو جب عمران کی عورت نے کہا: اے میرے رب میں نے سب سے چھڑا کر اسے تیری نذر کیا جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سو تو میری طرف سے قبول کرلے کہ بلاشبہ تو ہی تو ہے سننے والا اور جاننے والا۔ پھر جب اس نے اسے جنا تو بولی: میں نے اس کو لڑکی جنا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔ اور میں اسے اور اس کی ذریت کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ تو اسے اس کے رب نے حسن قبولیت سے نوازا' اور اسے اچھی طرح پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا سرپرست مقرر کیا۔ جب بھی زکریا اس کے پاس محراب میں جاتا اس کے پاس سامان خوردونوش موجود پاتا۔ پوچھا: اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آتا ہے؟ کہنے لگی: یہ سب اللہ کی جانب سے ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے بے حدوحساب رزق دیتا ہے۔ جب ہی زکریا نے اپنے رب سے التجا کی' کہا: اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر۔ بے شک تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔ تو

فرشتوں نے اسے آواز دی جب وہ محراب کے اندر نماز میں کھڑے تھے کہ اللہ تجھے یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے۔ جو اللہ کے کلمے کی تصدیق کرے گا' سرداری کا اہل ہوگا' لذات سے کنارہ کش ہوگا اور صالحین میں سے نبی ہوگا۔ کہا: میرے رب میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ جب کہ مجھے بڑھاپا آن پہنچا ہے اور میری عورت بانجھ ہے۔ کہا: اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ کہا: میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردے۔ فرمایا: تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو تین دنوں تک لوگوں سے بات نہ کرپائے گا مگر اشارے کنائے میں۔ اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کر اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

اور یاد کرو جب فرشتوں نے کہا: اے مریم اللہ نے تجھ کو منتخب فرمایا' تجھے پاکیزگی بخشی اور تمہیں دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت دی' اے مریم اپنے رب کی اطاعت گزار بن' سجدہ ریزی اختیار کر اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کر۔ یہ غیب کی باتیں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کررہے ہیں کہ تم ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اس بات کے لئے قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریم کی پرورش و پرداخت کون کرے گا۔ اور تم ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

یاد کرو جب فرشتوں نے کہا: اے مریم اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں معزز اور اللہ کے مقربین میں سے ہوگا اور وہ گہوارے میں لوگوں سے کلام کرے گا اور بڑا ہو کر بھی۔ اور صالحین میں سے ہوگا۔ بولی: میرے رب مجھے لڑکا کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ فرمایا: اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' جب کسی کام کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس کے لئے یہی کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔ اور اسے کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا اور تورات اور انجیل کی۔ اور بنی اسرائیل کی طرف رسول مقرر کرے گا۔ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شبیہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے واقعی پرندہ بن جاتا ہے۔ اور میں اللہ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا اور مردوں کو زندہ کردیتا ہوں۔ اور تمہیں بتادیتا ہوں کہ تم اپنے گھروں میں کیا کھاتے ہو اور کیا جمع کرتے ہو۔ بے شک ان سب باتوں میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم واقعی اہل ایمان ہو۔ اور میں تصدیق کرنے والا ہوں جو کچھ تمہارے پاس تورات سے ہے تاکہ تمہارے لئے ان چیزوں کو حلال ٹھہراؤں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں۔ اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آیا ہوں لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مان لو کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ تو پھر جب عیسیٰ کو ان کے کفر کا اندازہ ہوگیا تو گویا ہوا' کون ہے اللہ کی راہ میں میرا معاون؟ حواریوں نے جواب دیا ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ ہم لوگ تابعداروں میں ہیں۔ بارِ الٰہا! ہم اس چیز پر ایمان لائے جو تو نے نازل کیا اور ہم نے رسول کی اطاعت اختیار کی سو تو گواہوں میں ہمارا نام لکھ لے۔ اور انہوں نے چال بازی کی تو اللہ نے بھی چال چلی کہ اللہ بہتر چال چلنے والا ہے۔ یاد کرو جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ میں تجھے واپس بلانے اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کفر کرنے والوں سے پاک کرنے والا ہوں۔ اور تمہاری اتباع کرنے والوں کو تاقیامت کفر کرنے والوں پر فوقیت دینے والا ہوں۔ پھر تم سب میری طرف لوٹو گے پھر میں تمہارے درمیان فیصلہ کردوں گا جس بارے میں تم اختلاف میں پڑگئے ہو۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا تو انہیں دنیا و آخرت میں سخت ترین عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ البتہ جن لوگوں نے ایمان اختیار کیا اور نیک عمل کئے تو وہ انہیں پورا بدلہ دے گا۔ اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ آیات جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں تذکرۂ حکمت سے ہیں۔ بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مانند ہے۔ اسے مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہوجا سو وہ ہوگیا۔ حق تو تیرے رب سے ہے لہٰذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہوجاؤ۔ پھر جو کوئی تم سے حجت کرے اس امر کے بعد کہ تم تک علم آچکا ہے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تمہارے بیٹوں کو' اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تم کو پھر ہم سب مل کر دعا مانگیں کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ بیشک یہ سچے واقعات ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بلاشبہ اللہ ہی ہے جو زبردست قوت و حکمت والا ہے۔ پھر اگر یہ منہ موڑلیں تو یقین جانو اللہ مفسدوں سے خوب واقف ہے۔ کہو: اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یہ کہ ہم اس کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں اور ہم کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا کسی اور کو رب ٹھہرائے۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو اطاعت گزاروں میں ہیں۔ اے اہل کتاب! تم ابراہیم کی بابت کیوں جھگڑتے ہو' کیا ایسا نہیں ہے کہ تورات اور انجیل اس کے بعد نازل ہوئی ہیں؟ کیا تمہیں بالکل ہی سمجھ نہیں۔ تم ہی تو وہ لوگ ہو جنہوں نے حجت کی ان امور میں جو تم پر منکشف تھیں سو تم اب ان امور میں کیوں جھگڑتے ہو جس بارے میں تمہیں کچھ نہیں معلوم۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ تو یہودی تھا اور نہ ہی نصرانی بلکہ یکسو اطاعت گذاروں میں تھا اور وہ مشرکین میں سے تو ہرگز نہ تھا۔ لوگوں میں ابراہیم سے مناسبت تو انہیں تھی جنہوں نے اس کی اتباع کی یا پھر یہ نبی اور جو لوگ

ایمان لائے۔ اور اللہ اہل ایمان کا دوست ہے۔ اہل کتاب کے ایک گروہ کی آرزو ہے کہ وہ تمہیں گمراہ کردے حالاں کہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کررہے ہیں اور انہیں اس بات کا شعور بھی نہیں۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہوئے جبکہ تم تصدیق کرنے والوں میں ہو۔ اے اہل کتاب تم کیوں باطل کو حق کا لباس پہناتے ہو' اور حق کو چھپاتے ہو جبکہ تم واقف کاروں میں ہو۔

اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا: ایمان لے آؤ اس چیز پر جو ان لوگوں پر اتاری گئی ہے' صبح ایمان لاؤ اور شام میں انکار کردو تا کہ یہ لوگ بھی پھر جائیں۔ اور یہ کہ اپنے دین کے پیروکاروں کے علاوہ کسی اور کی نہ مانو۔ کہہ دو کہ ہدایت تو دراصل اللہ کی ہدایت ہے۔ کیا عجب کسی اور کو مل جائے جو کچھ کہ تمہیں ملا ہے یا یہ کہ وہ تمہارے رب کے حضور تم پر حجت قائم کرے۔ کہہ دو کہ فضل تو بیشک اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کردیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا ہے' سب کچھ جانتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنی کرم فرمائیوں کے لئے مخصوص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور اہل کتاب میں ایسے بھی ہیں جن کے پاس اگر تم امانت کا ڈھیر بھی رکھو تو وہ اسے تمہیں لوٹا دیں اور ان ہی میں ایسے بھی ہیں جن کے پاس اگر تم ایک دینار بھی امانت رکھو تو اسے تمہیں نہ لوٹائیں جب تک کہ تم ان کے سر پر سوار نہ رہو۔ ایسا اس لئے کہ ان کا کہنا ہے امیوں کے معاملے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں اور وہ اللہ سے جھوٹ منسوب کرتے ہیں حالاں کہ وہ واقف کاروں میں ہیں۔ ہاں! کیوں نہیں جو اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرتا رہے تو جان لے کہ اللہ متقیوں کو محبوب رکھتا ہے۔ یقیناً جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو حقیر معاوضے پر بیچے دیتے ہیں یہی ہیں وہ لوگ جن کے لئے نہ تو آخرت میں کوئی حصہ ہوگا اور نہ ہی قیامت کے دن اللہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی انھیں پاک کرے گا کہ ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے۔

اور ان میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو کتاب کے ساتھ اپنی زبان کو توڑتا مروڑتا ہے تا کہ تم یہ سمجھو کہ یہ بھی کتاب ہی سے ہے جب کہ وہ کتاب سے نہیں ہوتا۔ اور وہ یہ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے جب کہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وہ اللہ سے جھوٹ منسوب کرتے ہیں اور وہ اس بات سے واقف بھی ہوتے ہیں۔

کسی انسان کے شایان شان نہیں کہ اگر اللہ اسے کتاب' حکم اور نبوت عطا فرمائے تو وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میری بندگی کرو۔ ہاں' البتہ یہ کہ اللہ والے بن جاؤ جیسا کہ تم دوسروں کو کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اسے پڑھتے ہو اور نہ ہی وہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب ٹھہرالو۔ کیا وہ تمہیں کفر کی دعوت دے گا اس امر کے بعد کہ تم مسلمان ہو چکے ہو؟

اور یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ کتاب و حکمت میں سے تمہیں دیا ہے سو اگر تمہارے پاس کوئی رسول آئے اس بات کی تصدیق کرتا ہوا جو کہ تمہارے پاس ہے تو اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا۔ پوچھا کیا تم نے اقرار کیا اور اس بارے میں میری عائد کردہ ذمہ داری قبول کی؟ ان سبھوں نے کہا: ہم نے اقرار کیا۔ کہا: تو بس اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی اس کے بعد بھی منہ موڑلے تو دراصل یہی ہیں وہ لوگ جو فاسق ہیں۔ تو کیا وہ اب اللہ کے دین کے علاوہ کچھ اور چاہتے ہیں؟ حالاں کہ اسی کی اطاعت میں ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے خواہ طوعاً ہو یا کرہاً اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ علی الاعلان کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس پر بھی جو نازل کیا گیا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولادوں پر اور اس پر بھی جو موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملی۔ ہم ان میں سے کسی کے مابین تفریق نہیں کرتے کہ ہم سب تو اسی کے فرماں بردار ہیں۔ اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نامرادوں میں سے ہوگا۔

اللہ ان لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کفر میں مبتلا ہو گئے حالاں کہ انہوں نے گواہی دی تھی کہ یہ رسول برحق ہے اور ان کے پاس کھلی نشانیاں بھی آچکی ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ دراصل یہی ہیں وہ لوگ جن کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے۔ نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس کے بعد تائب ہو گئے اور انہوں نے اپنی اصلاح کرلی تو یقیناً اللہ بخش دینے والا اور بے انتہا رحم فرمانے والا ہے۔ یقیناً جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے گئے ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی کہ دراصل یہی ہیں وہ لوگ جو گمراہ ہیں۔ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور حالت کفر میں ہی مرگئے تو ان میں سے کوئی اگر زمین بھر سونا بھی فدیے میں دینا چاہے تو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ یہی ہیں دراصل وہ لوگ جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور جن کے لئے کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔ □

صفحہ ۲۴ سے آگے

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلامی عقیدے کے مطابق مسلمان بنے رہنے کے لیے ضروری ہے کہ ہماری گردنوں میں خلیفہ کے اطاعت کی بیعت ہو۔ اور یہ بات بھی اہل علم جانتے ہیں کہ ایک وقت میں امت میں دو امیر نہیں ہو سکتے۔ امت کی قوت کا سرچشمہ یہ ہے کہ وہ ایک خلیفہ کے ابرو واشارے پر حرکت کرتی ہے۔ آج سانحہ یہ ہوا ہے کہ ہمارے درمیان سے وہ مرکز و محور کھو گیا ہے جس کے گرد پوری امت حرکت کرتی ہے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ ہماری بہت سی اجتماعی کوششیں صرف اس لئے رنگ نہیں لا پاتیں کہ عین فیصلہ کن مرحلے میں بہت سے امیر اور بہت سے قائد وجود میں آجاتے ہیں۔ امت کو اس انتشار سے صرف خلیفہ کی ذات بچا سکتی ہے اس لئے کہ خلیفہ کے حکم کی اتباع کے لئے مسلمان مذہبی طور پر پابند ہیں۔ قرآن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ جو لوگ آج اس امت کی موجودہ بے بسی سے سخت مضطرب ہیں انہیں چاہئے کہ فی الفور امت کا مرکز و محور ڈھونڈھ نکالیں۔ گو کہ یہ ایک انتہائی مشکل اور سخت جاں گسل محنت چاہتا ہے اور موجودہ صورت حال میں شاید بہت کم لوگ اسے قابل عمل سمجھتے ہوں۔ لیکن ہے یہ بنیادی اہمیت کا حامل، صرف دشواری کے پیش نظر ہم اسے اولین ترجیح سے خارج نہیں کر سکتے۔

یہ تو ایک عالمی ایجنڈے کی بات تھی جس کی ذمہ داری ہم میں سے ہر شخص پر عائد ہوتی ہے۔ البتہ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کام کی شروعات کہاں سے کی جائے اور یہ کہ اپنی بساط بھر انفرادی اور اجتماعی طور پر ہم اس جدوجہد میں کس طرح موثر رول ادا کر سکتے ہیں؟

یہ بات بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو کہ ہندوستانی مسلمان ایک بین الاقوامی اسلامی برادری کا حصہ ہیں۔ ہماری اگر کوئی شناخت ہے تو وہ ایک عالمی نظریاتی گروہ کی ہے جس کے پاس ایک خدا، ایک قرآن، ایک رسولؐ اور ایک عقیدہ ہے، جس کے مطابق زندگی کو منظم کرنا ہماری مذہبی ذمہ داری ہے۔ افریقہ کے جنگلوں میں ایک اجنبی زبان بولنے والا اور ایک حبشی مسلمان ہمارے لئے زیادہ محترم ہے اس کافر سے جو ہمارے ہی ملک کا باشندہ اور ہماری ہی زبان بولنے والا ہو۔ دین کا رشتہ تمام جغرافیائی، نسلی، لسانی امتیازات کو ختم کر دیتا ہے، اس لئے ہماری اگر کوئی شناخت ہے تو ایک عالمی امت کی حیثیت سے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ امت میں عالمی اندازِ فکر کو اپنانے کے لئے زور دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی مشہور حدیث ہے کہ مومن آپس میں ایک جسم کی مانند ہیں۔ جسم کے ایک حصے میں اگر تکلیف ہوتی ہے تو دوسرا حصہ اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ ایک عالمی ایجنڈے کی جدوجہد کے لئے ضروری ہے کہ امت کے اندر عالمی اندازِ فکر پیدا کیا جائے۔

مسئلہ خلافت اور ہندوستانی مسلمان

فی زمانہ ہندوستانی مسلمان اس شعور سے خالی ہو چکے ہیں کہ وہ کسی عالمی خلافت کے شہری ہیں اور یہ کہ خلافت کا جو ادارہ گذشتہ پچھتر برس پہلے زمیں بوس ہو گیا تھا اسے دوبارہ صحیح تر بنیادوں پر قائم کرنا ان کی مذہبی ذمہ داری ہے۔ سابق دارالاسلام ہندوستان میں گذشتہ پچاس برسوں سے پروپیگنڈے نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ہم اب ایک جمہوری معاشرے میں اقلیتوں کا حصہ ہیں اور چوں کہ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں اس لئے نہ تو اس معاشرے میں ہمارا کوئی مرکزی کردار ہو سکتا ہے اور نہ ہی ایک multi-ethnic اور multi-religious معاشرے میں یہ ممکن ہے کہ اسلامی طریقۂ زندگی کو منظم کیا جا سکے۔ بالفاظ دیگر ہم سے یہ مطالبہ رہا کہ ہم اسلام کو پرسنل لاء کی حد تک محدود رکھیں اور زندگی کے تمام دوسرے اجتماعی شعبوں میں انسانوں کے بنائے ہوئے سیکولر طریقۂ حیات کو اختیار کر لیں۔ گذشتہ پچاس برسوں میں ہماری مذہبی اور ملی قیادت جو کچھ بھی کہتی رہی ہو عملی طور پر ہوا یہی ہے کہ ہم اب دین کو ہمہ گیر رہنمائی کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ ایک سنگین صورتِ حال ہے جسے ہم نظری اور فکری ارتداد کے مترادف سمجھتے ہیں۔

ہماری فکری اور عملی ارتداد کی ایک بڑی وجہ یہ رہی ہے کہ زندگی کے اجتماعی فیصلوں میں ہمارے درمیان شرعی محاکے کا رواج جاتا رہا ہے۔ خاص طور پر سیاسی مسئلہ پر ہم جب بھی کوئی اجتماعی فیصلہ کرنے بیٹھے ہم نے اس بات کی ضرورت نہ سمجھی کہ اس بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان بھی معلوم کر لیا جائے کہ اگر ایسا ہوتا تو سیاسی مسئلے پر مسلمانوں کے درمیان اتنی بہت سی رائے نہ پائی جاتی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ عین الیکشن کے دنوں میں ہمارے علمائے کرام دینی اور ملی شخصیتیں مختلف سیاسی پارٹیوں کی حمایت میں بیان بازی شروع کر دیتے ہیں۔ ہر کوئی یہ بتاتا ہے کہ ہماری پسند کی پارٹی کو ووٹ دینے میں ہی اس ملک میں اسلام اور مسلمان کا مستقبل محفوظ ہے۔ ہم نے اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ ان حضرات سے پوچھا جائے کہ آپ کے پاس ایسا کرنے کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے کیا جواز ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ گذشتہ پچاس برسوں میں ہم مختلف سیاسی پارٹیوں کے دست و بازو بنتے رہے۔ ہماری جدوجہد اور ہماری توانائیوں کے بل پر مختلف اسلام دشمن سیاسی پارٹیاں برسر اقتدار آتی رہیں۔ پچاس برسوں کے اس احمقانہ تجربے کے بعد اب ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ملک کی تمام غیر مسلم سیاسی پارٹیاں ہمیں صرف استعمال کرتی ہیں۔ ان کے پاس ہمیں دینے کے لئے کچھ بھی نہیں۔ اس وقت ملک بھر میں مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی صف بندی کے لئے زبردست جوش و خروش پایا جاتا ہے، البتہ ایسے لوگوں کی کمی ہے جو اس عظیم الشان مہم کی قیادت کے لئے اور اسے قوت فراہم کرنے کے لئے صرف اللہ کی رضا کی خاطر اپنا سب کچھ اس مہم کو پیش کر سکیں۔

ہمارے نزدیک مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی پارٹی کا قیام صرف ملی فلاح کی غرض سے نہیں بلکہ ہماری ایک مذہبی ذمہ داری بھی ہے۔ شریعت ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اسلام کے علاوہ کسی اور نظریے کے لئے ہماری توانائیاں صرف ہوں۔ شریعت میں اس بات کی بھی گنجائش نہیں کہ مسلمانوں کے امور کا نگراں کسی غیر

خلافت پارٹی

مسلم کو بنایا جائے اور نہ ہی اس بات کی اجازت ہے کہ ہم اس ملک کی باگ ڈور خود اپنی کوششوں سے کسی غیر مسلم قیادت کے ہاتھوں میں سونپ دیں۔ اس لئے ہمارے لئے اس ملک میں صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے' وہ یہ کہ ایک صالح دین دار مسلم قیادت کو سامنے لانے کے لئے اپنی توانائیاں جھونک دیں۔ یاد رکھئے جو لوگ مسجدوں میں ہماری امامت کے اہل نہیں ہو سکتے انہیں مسجد کے باہر کی اجتماعی زندگی میں بھی قیادت کے منصب پر فائز نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا جو لوگ کسی غیر مسلم سیاسی پارٹی کی رکنیت اختیار کرتے ہیں اور جو اسلام کے علاوہ کسی اور ایجنڈے کے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں ان کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی امت سے یکسر ٹوٹ جاتا ہے۔

آج ہم میں سے بہت سے لوگ غیر شعوری طور پر رسول اللہ ﷺ کی پارٹی کو چھوڑ کر کفار و مشرکین کی پارٹیوں میں جاگھسے ہیں۔ یہ ایک انتہائی سنگین جرم ہے' اس سے نہ صرف یہ کہ ہماری دنیا تباہ ہوئی ہے بلکہ آخرت میں نجات کے امکانات معدوم ہوگئے ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام لوگوں کو کفر کے خیمے سے نکال کر دوبارہ اسلام کے خیمے میں واپس لایا جائے۔

الحمدللہ کہ خلافت پارٹی نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں ایک بہتر مستقبل کے لئے ضروری ہے کہ ہم غیروں سے کارِ خیر کی توقع چھوڑ دیں۔ ہم جلد از جلد اس خوش فہمی سے چھٹکارا پائیں کہ غیر مسلم سیاسی پارٹیاں ہماری فلاح و بہبود کے لئے کچھ کریں گی۔ بھلا جو لوگ مسلمانوں کے ووٹ صرف اس لئے پاجاتے ہوں کہ ہمارے پاس قیادت اور تنظیم کا فقدان ہے تو ایسے لوگ کیوں کر چاہیں گے کہ ہم اپنی صفوں کو منظم کر سکیں کہ ہمارے اندر زندگی کا لوٹنا ان کے لئے موت کا پیغام ہوگا۔ اس لیے یہ بھول جائیے کہ کوئی پارٹی تاریخ کے کسی موڑ پر آپ کے لئے فلاح و بہبود کا کوئی کام انجام دے گی۔ جب تک ہم اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہوتے اس ملک میں ہمارا مستقبل تاریک تر ہوتا جائے گا۔

اس ملک میں چھوٹی چھوٹی مذہبی اکائیاں اور مختلف ذاتوں کی پارٹیاں جب اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر ملک کی سیاست پر اثرانداز ہو سکتی ہیں تو آخر پچیس کروڑ مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ پچاس سال گزرنے کے بعد بھی دوسروں سے رحم و کرم کی بھیک مانگتے ہیں' اب ملک پر کسی ایک پارٹی کی حکمرانی کا دور جاچکا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کر اپنی قوتوں کو منظم کریں اور اپنے سیاسی فلسفے کو ملک اور باشندگانِ ملک کی فلاح و بہبود کے لئے سامنے لے آئیں۔

مسلمان کی حیثیت سے ہمارا یقین ہے کہ انسانی معاشرے کو انصاف کی بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے خلافت سے بہتر کوئی نظام نہیں۔ ہم موجودہ سیکولر ڈیموکریسی کے متبادل کے طور پر خلافت کو ایک سیاسی تصور کی حیثیت سے متعارف کرانا چاہتے ہیں اور چونکہ دستور میں اس بات کی گنجائش ہے کہ پرامن طریقہ تبلیغ سے ہم ایک بہتر متبادل کی فراہمی کا کام جاری رکھیں اس لئے ہم نے خلافت پارٹی کے ذریعے اس کام کو انجام دینے کا تہیہ کیا ہے۔ خلافت ہماری سیاست کی اساس بھی ہے اور ہماری اخروی فلاح کا ذریعہ بھی۔

ملک بھر میں خلافت پارٹی کا ایک مرکزی ڈھانچہ تشکیل دیا جارہا ہے۔ اگر آپ بھی یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو موت اس حالت میں آئے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے سیاسی مشن کے لیے کام کررہے ہوں تو فی الفور کفار و مشرکین کے خیمے سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں واپس آجایئے' جہاں دنیا و آخرت کی کامیابی آپ کی منتظر ہے۔ رابطہ کے لئے لکھئے:

خلافت پارٹی' ملی ٹائمز بلڈنگ' ابوالفضل انکلیو'
جامعہ نگر' نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵
فون : 6926246, 6827018
فیکس : 6946686, 6926246
Email: militime@del3.vsnl.net.in



○ دہلی کی جامع مسجد سے سیاسی فتووں کے اجراء کی شرعی حیثیت۔
○ جمہوریت کے راستے غلبۂ اسلام ممکن؟
○ سرکاری ملازموں کی سیاسی پارٹی میں شرکت کا مسئلہ۔

ملک اور بیرون ملک سے بڑی تعداد میں فدائین اسلام کے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں ملی پارلیامنٹ اور خلافت پارٹی سے متعلق سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ ہمارے لئے انفرادی طور پر ان سوالات کے تفصیلی جواب دینا ممکن نہیں ہوتا اس لئے استفادۂ عام کی خاطر ان سوالات کے لئے ایک اجتماعی مجلس تشکیل دی گئی ہے۔ اس مجلس میں آپ بھی شریک ہوسکتے ہیں۔ (ادارہ)

سوال : آپ ایک سیاسی پارٹی بنانے جارہے ہیں جو اسلام کو غالب کرنا چاہتا ہے۔ ایک طرف تو آپ جمہوریت کا انکار کرتے ہیں اور دوسری طرف اسی جمہوریت کے ذریعے پارلیامنٹ میں جانا چاہتے ہیں۔ اس کی وضاحت کیجئے؟ ناصرالدین، بلرام پور

جواب: جمہوریت ایک عقیدے یا طرزِ حیات کی حیثیت سے ہمارے لئے ہرگز قابل قبول نہیں۔ اسلام کے علاوہ اجتماعی زندگی کے جتنے بھی طریقے ہیں وہ سب کے سب ہمارے لئے ناقابل قبول ہیں۔ سیکولر ڈیموکریسی اسلامی عقیدۂ توحید کے منافی ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ اس کائنات کا حکمراں خدائے واحد ہے اور اسے ہی یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ انسانوں کے لئے زندگی کا ایک نظامِ حیات مرتب کرے۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے ذریعے جو دین ہم تک پہنچا ہے وہ ہر اعتبار سے مکمل اور ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے کافی ہے۔ ہمارا یہ بھی ماننا ہے کہ انسانوں پر حکمرانی کے لئے کسی شخص کو اگر کوئی اختیار ہے تو صرف اس حیثیت سے کہ خلیفۂ رسول ﷺ کی حیثیت سے ہمارے امور کا نگہبان ہو۔ اس کے علاوہ اقتدار کی جتنی بھی شکلیں ہیں اسلامی نقطہ نظر سے ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ افسوس کہ فی زمانہ دنیا ایک صالح حکمراں کے وجود سے خالی ہے۔ جگہ بہ جگہ نظامِ کفر کے حواریوں کے کہیں بزور بازو اور کہیں قانونی تاویلوں کے ذریعہ اپنی حکومتوں کو سہارا دیا ہوا ہے، لیکن اس سنگین صورت حال کے باوجود اسلامی نظامِ عدل کا قیام تمام دنیا کے مسلمانوں پر اجتماعی طور پر فرض ہے۔

یہ تو ایک شرعی پوزیشن تھی۔ اب رہی یہ بات کہ ہم جمہوریت کے انکاری ہونے کے باوجود اسی جمہوری راستے سے پارلیامنٹ میں کیوں جانا چاہتے ہیں؟ تو اس بارے میں یہ عرض ہے کہ خلافت پارٹی گو کہ جمہوریت کو ایک نظری فلسفے کی حیثیت سے قبول نہیں کرتی البتہ موجودہ صورت حال میں احیائے خلافت کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے اس جمہوری ماحول اور اس کی سہولتوں سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔ دین کی دعوت دینے والے جب بھی کسی ماحول میں اس نظام کو بدلنے کے لئے اٹھیں گے تو ان کے لئے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ راتوں رات اس نظام کو الٹ پھینکیں۔ لہٰذا اس امر کے باوجود کہ ہمیں بعض چیزیں ناپسند ہوں گی، آگے بڑھنے کے لئے لازم ہوگا کہ ہم ان ناپسندیدہ چیزوں میں اپنے کام کے لئے مفید چیزیں تلاش کریں اور ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں جو نظامِ کفر ہمیں فراہم کرتا ہو۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے جاہلی معاشرے میں اپنی انقلابی دعوت کا آغاز کیا اس وقت جاہلی معاشرے کے بعض قوانین سے آپ نے بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھایا۔ مثال کے طور پر قریش کے جاہلی معاشرے میں امان کا ادارہ یعنی جس کسی کو کسی قبیلہ نے امان دے دی اس کی جان کی حفاظت کے لئے پورا قبیلہ مستعد ہو جاتا تھا۔ یا یہ کہ حرام مہینوں میں خون بہانے کی ممانعت جس سے فائدہ اٹھا کر آپ ان ایام کو اپنے دعوتی مشن کے لئے استعمال کرتے رہے۔ آج بھی نظامِ کفر کے اندر جو لوگ ایک نئی صبح کا خواب دیکھتے ہیں انہیں موجودہ معاشرے میں پائی جانے والی سہولتوں سے فائدہ اٹھانا ہوگا۔ اس امر کے باوجود کہ جمہوریت ہمارے نظری چوکھٹے میں فٹ نہیں بیٹھتا۔ ہم اس جمہوری معاشرے اور اس کی سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ رہی یہ بات کہ ہم جمہوریت کی سیڑھی سے پارلیامنٹ میں پہنچنا چاہتے ہیں تو اس بات میں کلی صداقت نہیں۔ اس لئے کہ اس ایوان میں ہمارا جانا بذاتِ خود کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی ہم اقتدار میں شرکت کے خواہش مند ہیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہر ممکنہ فورم سے احیائے خلافت کی آواز بلند کی جائے اور لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ اگر دنیا و آخرت کی فلاح چاہتے ہو تو آؤ ایک ایسا نظام قائم کرو جو تمہاری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سکون و انبساط سے معمور کردے۔ بالخصوص ایک ایسی صورت حال میں جب موجودہ نظام کے بارے میں عام لوگوں میں سخت مایوسی پیدا ہو چکی ہے اور جب ہر شخص یہ محسوس کر رہا ہے کہ جمہوریت کی سیڑھی سے صرف اخلاق باختہ لوگ ہی پارلیامنٹ کے ایوان میں پہنچ سکتے ہیں۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم جو ایک متبادل سیاسی فلسفے کے حامل ہیں بغیر کسی جھجھک کے ایک عالمی خلافت کا تصور دنیا کے سامنے پیش کریں اور اس مشن کو آگے بڑھانے کے لئے موجودہ نظام میں آزادیٔ اظہار، آزادیٔ تبلیغ اور آزادیٔ تنظیم سازی جیسی سہولتوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابی ماڈل سے ہمیں یہی ہدایت ملتی ہے۔

سوال۲: دھلی کی جامع مسجد سے امام بخاری صاحب وقتاً فوقتاً کبھی ایک پارٹی اور کبھی دوسری پارٹی کے حق میں فتوے جاری کرتے رھتے ھیں۔ اس بارے میں صحیح شرعی نقطۂ نظر کیا ھے؟ وضاحت فرمائیں۔

— فاروق بیگ۔ اندور

جواب: سب سے پہلے تو یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ فتویٰ کسی مسئلہ میں ایک شرعی نقطہ نظر اور حکم کا نام ہے۔ مفتی شرعی حکم بتاتے ہوئے اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہے کہ اس مخصوص مسئلہ پر اس کے پاس کتاب و سنت سے کیا دلیل ہے۔ فتوے کے لئے لازم ہے کہ اس کے لئے نصوص قرآنی، احادیث صحیحہ، ماضی کے فقہی نظائر بطورِ دلیل مفتی اپنے استنباط کے لئے پیش کرے۔ جب مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں کتاب و سنت کا عمل دخل تھا وہ زندگی کے ہر مسئلہ پر شرعی نقطہ نظر معلوم کرنا ضروری خیال کرتے تھے۔ فتاوے چونکہ شرعی نقطہ نظر کے مظہر سمجھے جاتے ہیں اس لئے اگر کسی بارے میں کوئی فتویٰ سامنے آگیا تو مسلمانوں کے لئے اس کی خلاف ورزی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

افسوس کہ فی زمانہ آپ جن خیالات کو فتویٰ سمجھ بیٹھے ہیں وہ سرے سے فتویٰ نہیں، بالخصوص الیکشن کے موقعوں پر جاری ہونے والے بیانات کو اپیل کا نام تو دیا جاسکتا ہے فتوے کا نہیں۔ خود جو لوگ یہ بیانات جاری کرتے ہیں انہیں بھی ان بیانات کو فتویٰ باور کرانے پر اصرار نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عام طور پر چونکہ یہ بیانات حضرت مولانا جیسے لوگوں کے دستخط سے جاری ہوتے ہیں اس لئے عام لوگوں کو ان سیاسی بیانات پر فتووں کا دھوکہ ہوتا ہے۔

ہمارے خیال میں اگر سیاسی مسئلہ پر بیانات اور اپیلوں کے بجائے فتویٰ جاری کرنے کا چلن ہوتا تو شاید ہمارے درمیان اس قدر کنفیوژن نہ پایا جاتا، اس لئے کہ کتاب و سنت سے براہِ راست رہنمائی مسلمانوں کو کسی ایک ہی سیاسی راستے کی طرف نشاندہی کرتی۔ لیکن افسوس کہ ہمارے درمیان دین و شریعت کا علم رکھنے والے لوگ بھی کتاب و سنت سے استنباط کے بجائے محض اپنے ذہنی اُپج کو رہنمائی کے لئے کافی سمجھتے ہیں، فکر و نظر کا سارا فساد تو اسی وجہ سے ہے۔

رہی یہ بات کہ کس پارٹی کو ووٹ دیا جائے تو اس بارے میں شریعت کی واضح رہنمائی ہے کہ "ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً۔" ووٹ ایک امانت ہے۔ یہ ایک طرح کی بیعت ہے جو یقیناً کسی غیر مسلم قائد کے ہاتھوں منعقد نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اسلام میں اس بات کی گنجائش ہے کہ مسلمان کسی ایسی سیاسی پارٹی کو ووٹ دیں یا اسے اپنی حمایت سے نوازیں جو رسول اکرم ﷺ کے سیاسی ایجنڈے کے علاوہ کوئی اور ایجنڈا رکھتی ہو یا جو اسلامی نظامِ عدل کے علاوہ کوئی اور نظام قائم کرنا چاہتی ہو۔ اس لئے جو لوگ دین و شریعت کا علم رکھنے کے باوجود رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی قیادت میں اجتماعی زندگی کو منظم کرنا چاہتے ہیں وہ دراصل بڑے جری لوگ ہیں، جنہیں آخرت کا کچھ بھی خوف نہیں۔ اے کاش کہ انہیں احساس ہوتا کہ کسی غیر اسلامی سیاسی پارٹی کی رکنیت قبول کرکے انہوں نے رسول اکرم ﷺ اور ان کے مشن سے اپنا تعلق توڑ لیا ہے۔ چند معمولی فائدوں کی خاطر اتنے بڑے خسارے کو دعوت دینا کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔

سوال: میں ایک سرکاری ملازم ھوں' خلافت پارٹی کے قیام سے مجھے بڑی خوشی ھوئی لیکن مسئلہ یہ ھے کہ سرکاری ملازم ھونے کی وجہ سے میں کسی سیاسی پارٹی کا رکن نھیں بن سکتا۔ ووٹ تو میں یقینا خلافت پارٹی کو دوں گا اس لئے کہ ھمیں ووٹ دینے کی آزادی حاصل ھے لیکن میں اس سے آگے بڑھ کر کام کرنا چاھتا ھوں۔ مشورہ دیجئے میں کیا کروں؟

جواب: ہم خلافت پارٹی کے تئیں آپ کے جذبات کی قدر کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ روزِ محشر جب ہر شخص کو اپنے عمل کا حساب دینا ہوگا وہاں کوئی یہ کہہ کر نہیں بچ سکے گا کہ ہم اسلامی مشن کو مکمل تعاون اس لئے نہیں دے پائے کہ ہم سرکاری ملازم تھے۔ پھر یہ بات بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہے کہ آپ مانیں یا نہ مانیں آپ ہر حالت میں ایک سیاسی پارٹی سے جڑے ہوئے ہیں۔ امت مسلمہ بذاتِ خود ایک سیاسی پارٹی ہے جس کے پاس نظامِ خلافت کا سیاسی منشور موجود ہے۔ اور جس کے قیام کی ذمہ داری ہر مسلمان پر عائد کی گئی ہے۔ اب کوئی نظام آپ کی اس سیاسی وابستگی کو تسلیم کرے یا نہ کرے آپ کے لئے تو کرنے کا بنیادی کام یہ ہے کہ آپ اس سیاسی ایجنڈے کے لئے ہمہ وقت سرگرم رہیں۔

امت مسلمہ جیسی سیاسی پارٹی سے جڑے رہنے کے باوجود اگر آپ کو کوئی غیر سیاسی آدمی سمجھتا ہے اور آپ پر سیاسی نظام کی نگاہیں نہیں اٹھتیں تو یہ آپ کے لئے ایک اضافی سہولت ہے جو اللہ کے خاص فضل سے آپ کو فراہم ہوگئی ہے۔ لہٰذا آپ کو چاہئے کہ بظاہر اس غیر سیاسی قالب کو برقرار رکھتے ہوئے جو کچھ بن پڑے خلافت پارٹی کے لئے ضرور کریں۔ اگر خلافت پارٹی کی اضافی رکنیت فی الوقت آپ کے لئے مسائل پیدا کرتی ہے تو ہمارا مشورہ ہے کہ آپ ہمارے کاغذی ممبر بننے سے احتراز کریں، البتہ یہ کبھی نہ بھولیں کہ مسلمان کی حیثیت سے آپ ایک سیاسی مشن کے علمبردار بھی ہیں اور عام مسلمانوں کی طرح آپ کو بھی نظامِ عدل کے قیام میں اپنا حصہ ادا کرنا ہے۔

یہ عذر کہ میں ایک سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے ملی و اجتماعی سرگرمیوں میں کھل کر حصہ نہیں لے سکتا، صرف مسلمان ملازموں کے درمیان سننے کو ملتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم ضرورت سے زیادہ سہمے ہوئے ہیں۔ ہمیں اپنے دستوری حقوق اور سہولتوں کو استعمال کرنے کا سلیقہ کم ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم آخرت کی کامیابی کو دنیا کی مراعات یافتہ زندگی کے مقابلے میں کم تر سمجھتے ہیں۔ اگر ہمیں آخرت کے برپا ہونے کا واقعی یقین ہوتا تو اس طرح کے عذر ہمارا راستہ ہرگز نہ روک پاتے۔ ذرا غیر مسلم ملازمین کو بھی دیکھئے اور مختلف سیاسی پارٹیوں میں ان کی چلت پھرت کا اندازہ کیجئے تو صاف اندازہ ہوگا کہ جنہیں آخرت میں کچھ ملنے کی توقع نہیں وہ آخرت والوں سے کہیں زیادہ جرأت و عزیمت کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار"۔ □



بس ایک کش

موت کی طرف بڑھتے قدم

سگریٹ نوشی ایک ایسا مشغلہ ہے جسے بیسویں صدی میں کچھ زیادہ ہی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اس کے ماڈی افراد ایک خاص ذہنی تسکین کے لئے اسے اپنائے رہتے ہیں لیکن فیشن کے طور پر اور احباب میں پوز دینے کے لئے سگریٹ نوشی اختیار کرنے والے نوجوان مردوں اور عورتوں کی بھی ایک خاصی تعداد ہر معاشرے میں مل جائے گی۔ ایک بار جو چٹکلا بھی سگریٹ نوشی سے منسوب کر دیا جائے وہ بس چل نکلتا ہے۔ مثلاً یہ کہ سگریٹ پینے والے شخص کے چہرے سے انٹلکچوئیل ہونے کا تاثر ملتا ہے' سگریٹ نوش نوجوانوں کی طرف لڑکیاں جلد مائل ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس دوسرے خیال کو ذہنوں میں بٹھانے میں اشتہاری کمپنیوں نے نمایاں رول ادا کیا ہے۔ آج آپ ٹی وی کے اشتہارات دیکھیں تو عموماً ہر اشتہار اور خصوصاً سگریٹ کے مختلف برانڈوں کے اشتہارات لڑکی کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔

تمباکو کا دھواں جس سے کوئی جگہ خالی نہیں' انسانی اور ماحولیاتی دونوں طرح کی آلودگیوں کا سبب بنتا ہے اور اس کے طبی اور مالیاتی پہلو خاصے تاریک ہیں۔ یعنی کہ صحت کے نقطہ نظر سے اس میں کوئی ایسی شے نہیں جسے مفید کہا جا سکے اور جتنی قومی دولت اس عادت کی تسکین پر خرچ کی جاتی ہے اُس سے صرف موت ہی ہاتھ آتی ہے اور کچھ نہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر سگریٹ کے ڈبوں پر قانونی وارننگ لکھی ہوتی ہے کہ "سگریٹ نوشی صحت کے لیے مضر ہے" بلکہ اس کے نقصان کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے بعض ممالک نے اب اپنے یہاں سگریٹ کے پیکٹوں پر یہ لکھنا شروع کر دیا ہے کہ "سگریٹ نوشی کینسر کا سبب بنتی ہے" لیکن کیا ان اقدامات سے دنیا میں اور خصوصاً ہندوستان میں تمباکو نوشوں کی تعداد میں واقعی کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ کہنا مشکل ہوگا کیونکہ آج بھی سگریٹ کے اشتہارات اپنی پوری کشش کے ساتھ بازار میں موجود ہیں اور قانونی وارننگ موت کے خریداروں کے سر سے اس کشش کے جادو کو اُتار نہیں سکی ہے۔

سگریٹ نوشی کے نقصانات سے ہم پہلے بھی آگاہ کرتے رہے ہیں۔ حالیہ تحقیقات کی روشنی میں بعض نئے انکشافات سے بھی قارئین کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ سگریٹ نوشوں میں شرح اموات غیر سگریٹ نوشوں کے مقابلے میں ستر فی صد زیادہ ہے۔ اسی طرح طبعی عمر تک پہنچنے سے پہلے (جو عموماً اب ۶۵ سال تصور کی جاتی ہے) فوت ہو جانے کے امکانات سگریٹ نوشوں میں ۴۰ فیصد زیادہ ہوتے ہیں۔ دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک امریکہ میں سگریٹ نوشی سے ہونے والی بیماریوں کے سبب زیادہ افراد معذوری کا شکار ہو جاتے ہیں اور غیر سگریٹ نوشوں کے مقابلے میں ایسے لوگوں میں کام کی تعطیل کا رجحان ۴۵٪ زیادہ ہے۔

تمباکو کی پتی جب جلتی ہے تو اُس کے دھوئیں سے چار ہزار سے زائد مضر ذرات خارج ہوتے ہیں اور ہوا میں تیرنے لگتے ہیں۔ ان ذرات کے بعض حصے براہِ راست حلق کی جھلی پر اپنا ردِ عمل دکھاتے ہیں۔ بعض خون اور تھوک میں شامل ہو جاتے ہیں اور انسان کے معدے میں چلے جاتے ہیں۔ انسانوں پر کی گئی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ دھویں اور اس سے متعلق اجزاء مثلاً نکوٹین اور کاربن مونو آکسائیڈ صحت کے لیے سخت مضر ہیں کیونکہ اُن کے کیمیاوی اثرات' گردے' جگر وغیرہ کے فعل میں خرابی پیدا کرتے ہیں۔ ابھی تک ان مادّوں کے اندر چھپے ہوئے زہریلی عناصر کے بارے میں ہماری معلومات بہت محدود تھیں لیکن اب جدید طبی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان میں کینسر پیدا کرنے والے مادے خاصی مقدار میں ہوتے ہیں۔

تمباکو نوشی کا ایک بدترین پہلو یہ ہے کہ وہ جتنی تمباکو نوش کے لیے مضر ہے اُتنی ہی اُس کے پاس کھڑے' بیٹھے اور ساتھ میں رہنے والے افراد کے لیے بھی۔ ہمارے یہاں ایک اعداد و شمار کے مطابق پندرہ سال کی عمر کو پہنچنے والا ہر چوتھا بچہ سگریٹ یا بیڑی نوش ہوتا ہے۔ اب ایسے افراد کسی خاندان میں موجود ہیں تو اُن کی عادت کا برا اثر

چھوٹے اور نا سمجھ بچوں پر بھی پڑتا ہے کہ وہ انہی کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں اور اگر ان کی نگرانی نہ کی جائے تو وہ بھی بڑوں کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔

ابھی تک یہ سمجھا جاتا رہا ہے کہ سگریٹ کے مقابلے میں تمباکو کی دیگر اقسام کا استعمال زیادہ مضر ہوتا ہے' حالاں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ دراصل یہ نقصان یا ضرر براہِ راست سگریٹ کی تعداد سے جو کوئی شخص پیتا ہے' جتنا زیادہ اُس کا استعمال ہوگا اتنی ہی خطرہ بھی بڑھتا رہے گا۔ ہارٹ اٹیک سے ہونے والی اموات میں سے ۲۵ فیصد واقعات تمباکو نوشی کے سبب سے ہوئے ہیں' اسی طرح پھیپھڑے کے کینسر میں سے پانچ میں سے چار واقعات میں تمباکو نوشی کا ہی ہاتھ ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہائی بلڈ پریشر' لقوہ' فالج' اندھا پن' خون کی شریانوں کی چٹخن جیسے امراض تمباکو نوشوں کو زیادہ ہوتے ہیں۔ □

اپنے قارئین سے...

ان تمام ایجنٹوں کو ہم نے ملی ٹائمز کی ترسیل روک دی ہے جن کے ذمہ بلوں کی ادائیگی باقی ہے۔ اگر آپ اپنے سابقہ اسٹال پر ملی ٹائمز نہ پائیں تو براہِ راست ہم سے طلب فرمائیں۔ منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ سے ۱۰۰ روپئے (Rs. 100/-) ارسال فرماکر سال بھر تک آپ بذریعہ ڈاک رسالہ حاصل کرسکتے ہیں۔ جن انفرادی خریداروں کا سالانہ چندہ ختم ہوچکا ہے وہ بھی فی الفور پیسے ارسال کریں۔

(ادارہ)

آہ! مولانا ارشد الغزالی مرحوم

موت کا ایک دن متعین ہے' اس سے کسی کو مفر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔" کسی کی موت پر افسوس اور غم کرنا ایک انسانی فطری تقاضا ہے' لیکن جب کسی کی موت جواں سال میں ہو تو یہ غم کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔

میرے عزیز و مخلص دوست محمد ارشد الغزالی ندوی کے انتقال کا حادثہ کچھ اسی طرح کا ہے' جن کی عمر تقریباً ۳۵ سال تھی۔ وہ اس سال کے شروع ہی سے بیمار چل رہے تھے' لیکن مارچ کے مہینے سے ان کے مرض میں شدت پیدا ہوگئی تھی۔ وہ موذی مرض کینسر میں مبتلا تھے' اس کی تشخیص بالکل آخری مرحلہ پر ہوئی۔ ان کے گھروں والوں نے اپنی جانب سے علاج میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور آخر دم تک ان کا علاج جاری رہا لیکن ان کا وقت موعود آچکا تھا اور ۳۱ر جولائی ۹۹ء کو وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مرحوم ارشد الغزالی بہت ملنسار' مخلص' ہمدرد اور انسان دوست تھے۔ وہ ہر کسی کی خیر خواہی اور مدد میں اپنی پوری کوشش صرف کردیتے تھے۔ جو کوئی بھی ان سے ایک بار ملتا وہ ان کے اخلاص کے سبب ان کا گرویدہ ہوجاتا۔ انہوں نے بہت سے بے سہاروں کی ان کے مشکل وقت میں مدد کی اور اس جانب دوسروں کو بھی توجہ دلائی۔

اردو مترجمین کی تقرری کے سلسلے میں بہت سے لوگوں کو مفید مشورے دئے اور ان کا ہر ممکن تعاون کیا اور تمام دشواریوں کا جم کر مقابلہ کیا جو اردو مترجمین کی تقرری کے سلسلہ میں پیش آئی تھیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں عدالت کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا۔ مرحوم ارشد الغزالی دینی و ملی تحریکات سے بہت ہمدردی رکھتے تھے اور حتی الامکان ان کے پروگراموں میں شریک ہوتے تھے۔ وہ مسلمانوں کی سیاسی اقتصادی اور تعلیمی زبوں حالی کے متعلق بہت فکر مند رہتے تھے' یہی وجہ ہے کہ جب ملی پارلیامنٹ وجود میں آئی تو وہ اس سے وابستہ ہوگئے اور اس کے پروگراموں میں وقت نکال کر شرکت کرتے۔ آخری مرتبہ انہوں نے ہبلی کرناٹک میں منعقد ہونے والے اجلاس میں شرکت کی۔ وہ قائد ملی پارلیامنٹ ڈاکٹر راشد شاز کے بہت مداح تھے۔ ان کی علمی بصیرت اور ملت کے تئیں ان کی فکر مندی کا اکثر تذکرہ کرتے رہتے اور ان کی کتابیں اپنے متعلقین کو پڑھنے کے لئے دیتے تھے۔

لکھنؤ کے اردو صحافتی حلقہ میں وہ انتہائی معروف تھے' وہ ایک پندرہ روزہ اخبار "اخبار الیوم" نکالتے تھے۔ انہوں نے ایک ہندی ہفت روزہ "سارک ٹائم" بھی نکالا' نیز لکھنؤ سے شائع ہونے والے روزنامہ "عزائم" کے شعبۂ کتابت سے اس کے بند ہونے تک وابستہ رہے' بعد ازاں وہ روزنامہ "صحافت" سے منسلک ہوگئے اور محکمہ ٹریڈ ٹیکس میں بحیثیت اردو مترجم تقرری تک اس سے وابستہ رہے۔ صحافتی ذوق کے ساتھ ان کا علمی ذوق بھی کافی بلند تھا۔ انہوں نے علمی کتابوں اور رسائل کا وقیع ذخیرہ جمع کیا تھا۔ انہوں نے "بابری مسجد غیر مسلموں کی نظر میں" کے عنوان سے ایک کتاب ترتیب دے کر شائع کی' اس کے علاوہ وہ ایک کتاب "آزادی کے بعد مسلمانوں کی تعلیمی اقتصادی اور سماجی حالت زار" ترتیب دے رہے تھے۔ ان کے منصوبوں میں بہت سے علمی کام شامل تھے۔ اس غرض سے انہوں نے "اکادمی آف اسلامک ریسرچ اینڈ اسٹڈیز" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا۔ آخر وقت میں ان کو اس ادارہ کی بڑی فکر تھی اور اس سلسلہ میں منصوبہ بندی کررہے تھے' لیکن موت کے فرشتہ نے ان کو اس کا موقع نہیں دیا۔ ان کے پسماندگان میں والدین کے علاوہ تین بھائی' اہلیہ' ایک بیٹی اور دو چھوٹے بچے شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

محمد شاہد علی ندوی

حسین آباد' لکھنؤ

مراسلات

خلافت پارٹی

مکرمی...... آپ کی زیرادارت شائع ہونے والا قومی ملی، دعوتی وفکری جریدہ "ملی ٹائمز" کا گذشتہ شمارہ ایک صاحب کے واسطے سے دستیاب ہوا، موقعہ غنیمت جان کر دیکھا اور مطالعہ کیا۔ دوران مطالعہ چند ایسی فکرانگیز، بصیرت افروز اور چشم کشا باتیں ملیں جو ایک مخلص ہمدرد قوم اور قائد ملت ہی کے فکر ونظر کی عطر بیزی ہو سکتی ہے اور جن سے ہر دانا، بینا اور ذی ہوش آدمی کا متاثر ہونا فطری اور بدیہی امر ہے۔

الیکشن کمیشن کے سینئر آفیسر کے نام وہ کھلا خط جس میں آپ نے چند حقیقتوں کی طرف نشاندہی کی ہے بلکہ جمہوریت اور سیکولرزم کے نام پر حکومت کرنے والے دعویداروں اور ٹھیکیداروں کی نبض شناسی کی ہے اور اسے اخلاص ووفا کے جذبہ کے ساتھ اصلاح ودرستگی کا جو مشورہ دیا ہے اور اس سے بے توجہی کی صورت میں جمہوری فراڈ قرار دیا ہے، یہ یقیناً ایسا قائدانہ رول اور مخلصانہ، مومنانہ جذبہ وحوصلہ ہے جس کی مثال موجودہ قائدین ملت کے اندر ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ساتھ ہی آپ کی گرامی ذات اور انقلابی شخصیت کی زیر قیادت نو تشکیل یافتہ "خلافت پارٹی" کی بھی خبر سن کر حد درجہ قلبی طور پر خوشی ہوئی اور دل نے گواہی دی کہ یہ وقت کی پکار اور ملت کی وہ آواز ہے جس پر ہر مسلمان کو لبیک کہنا چاہئے اور بلا تفریق مذہب وملت موجودہ سیاست اور کافر حکومت کے خلاف صف آراء ہو کر اپنے وجود کا احساس دلاتے ہوئے اپنے بنیادی و سیاسی حقوق کی بازیافت کے لئے کوشاں ہونا چاہئے، کیونکہ موجودہ دور میں اور آئندہ بھی اس حکومت سے مسلمانوں کو کسی طرح کی امیدیں وابستہ کرنا سوائے خواب وخیال کے اور کچھ نہیں۔ اللہ سے دعاء ہے کہ آپ کی زیر قیادت تشکیل شدہ "خلافت پارٹی" خوب مستحکم ہو اور ایک دن ہندوستان میں "خلافت پارٹی" اپنی خلافت و حکومت کا پرچم بلند کردے۔ (آمین)

محمد ایوب۔ پورنیہ، بہار

(۲)

مکرمی...... ملی ٹائمز کی کاپیاں موصول ہوئیں، مشکور ہوں۔ حلقہ احباب میں اسلامی فکر رکھنے والے چند احباب کے ذوق مطالعہ کی نظر کردی ہیں، بیشتر احباب نے جریدے کو کافی پسند کیا۔ مضامین فکرانگیز اور دورِ حاضر کے مسائل میں رہنمائی کرتے ہیں۔ ہمارے لائحہ عمل کیا ہو، ہماری منزل کیا ہو، اس طرف واضح رہنمائی موجود ہے۔

"خلافت پارٹی" کا قیام ایک مبارک قدم ہے۔ تحریکی احباب کے تعاون کی مخلصانہ کوشش ضروری ہے اور اس کے ذریعے اس کو عوامی بنایا جائے تاکہ Fourth option ہمارے سامنے ہو جس کی اشد ضرورت ہے۔

شفیق الرحمٰن خاں۔ علی گنج، لکھنؤ

(۳)

مکرمی! "ملی ٹائمز" کا شمارہ فروری تا اپریل ۱۹۹۹ء نظروں سے گزرا۔ سب سے پہلے یہ تاثر قائم ہوا کہ کوئی "خبرنامہ" ہوگا یا شاید دوسرے دینی ماہناموں کی طرح کی کوئی چیز، مگر جب اس کا اداریہ پڑھا تو محسوس ہوا کہ یہ کوئی اچھی چیز ہے اور دِل نے یہ جانا کہ ہمارے ذہن میں بھی وہی خیالات ہیں جن کی یہ ترجمانی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے تمام میگزین پڑھ لیا اور اس میگزین، اس کے مدیر اور اس کے مشمولات سے ایک غائبانہ رشتہ قائم ہوا۔ تب سے ہم اس میگزین کے پیچھے "ہاتھ دھو کر" پڑے ہیں۔

گذشتہ دنوں تازہ ترین شمارہ نظر نواز ہوا۔ اِس شمارے سے پتہ چلا کہ خلافت پارٹی کا قیام وجود میں آیا ہے، ماشاء اللہ۔ اس کے علاوہ دینی جماعتوں کے وفد پر آپ کے زرّیں خیالات پڑھے بہت ہی متاثر کن ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہاں کشمیر میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اگرچہ یہاں اسلام کے نام پر تحریک چلی اور کچھ لوگ واقعی شاندار قربانیاں پیش کررہے ہیں مگر ایجنڈا اور نصب العین ہماری دینی جماعتوں کا بھی غیر واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ستر ہزار جوانوں، بزرگوں، بچوں اور خواتین کی شہادتیں وقوع پذیر ہوکر بھی ہم کامیاب نہیں ہوئے۔ ان حالات میں یہاں پر ایسے گروپ یا جماعت کی اشد ضرورت ہے جو یہاں رسولِ محترم ﷺ کا ایجنڈا نافذ کرے۔

شیخ علی احمد، سرینگر

Khilafat Party

My Dear Dr. Rashid Shaz Saheb,

This refers to your visit to the city and address to a gathering on 26th of June, 1999. The programme was organised under the auspicies of M.P. Muslim Numaninda Committee. You also announced the formation of Khilafat Party followed by your meeting with the members, office bearers of the Numainda Committee and host of Muslim Daneshwars. Wide coverage was given by the local Hindi and English dailies. A news also appeared in an Urdu daily 'Inquilab' published from Mumbai.

Janab Zubair Ahmed, the President of the committee in order to promote the party's objectives, its principles and ideologies in the Muslim Awaam, arranged recently a meeting of Muslim brothers which also included the presence of Numainda committee's office bearers and it's members. They were given opportunities to hear once again the text of your speech delivered on the night of 26th of June. In an hour long speech your goodself highlighted various problems confronting Muslim community in particular. You came out with a suggestion that there was an urgent need for a leader among the Muslims who introduces, executes and establishes the supremacy of kalima and Shariat of the Prophet (SAS). It is not clear whether you want rule of Sunat under the banner of new found Caliph who commands unequivocal respect and unflinching obedience by each and every follower of Islam. It is not known whether you are reviving the Khilafat movement, very vogue during the Freedom Movement in this country which was admired by late Mahatma Gandhi. We presume that your goodself want to re-establish the historical hierarchy of Caliphate which lasted with the death of fourth caliph—Hazrat Ali (R.A.). Muslim Ummah then witnessed only four of them reigning supreme and prospering.

The system of Khilafat is neither an essentials of Islam nor does it guarantee an effective tool of the state administration and the redressal of all the ills of Muslim Ummah. It is one of the many arrangements. The old Khilafat system received a serious set back and couldn't survive. If it is not impossible, it is very difficult to revive this hierarchy.

The formation of a Khilafat party is announced at a time when the country is going to hold mid term polls. Muslims in general have been at the receiving ends all these year. The divisions of their votes have helped the party opposed to their rightful claims. There are parties with number of militant outfits opposed to the Muslims. The formation of this new party wil send a wrong signal. This will strengthen them. The Muslims are already a divided lot and will further split. You may be blamed for strengthening them. In the past political parties were founded, but they went into oblivion.

The arguments that you advanced are noteworthy. Your analysis of the apathy of the Muslims is impressive. At times your speech was also interspersed with languages directed to the non-believers.

I feel such a well-intended move is going to be counter productive. I am writing this letter without any prejudice as an ordinary Muslim.

With warm regards,

Respectfully

Haroon Rashid Khan

RNI # 57337/94



آیئے! خلافت قائم کریں

خلافت پارٹی کے قیام پر ایک فکر انگیز تحریر

برادرانِ اسلام اور دخترانِ ملت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دنیا چند روزہ ہے اور آخرت ایک کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی۔ ہم میں سے ہر شخص ہر لمحہ موت کی طرف اپنے قدم بڑھا رہا ہے۔ کیا پتہ کب کس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔ موت کے لیے نہ بیماری شرط ہے اور نہ ہی بڑھاپا۔ اچھے خاصے صحت مند و توانا لوگ کچھ اس طرح اچانک موت کی لپیٹ میں آجاتے ہیں جس کا ہمیں گمان بھی نہیں ہوتا۔ ہم میں سے ہر شخص اس فانی زندگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ میتیں اٹھائی جاتی ہیں' لوگ قبرستان پہنچائے جاتے ہیں لیکن نہ جانے کیوں ان اٹل حقیقتوں کے باوجود ہم میں سے بہت کم ہیں جو آخرت کے لئے اپنی تیاری میں مستعد ہوں۔

اب تک زندگی جس طرح گزری سو گزر گئی' وہ لمحات دوبارہ ہمیں نہیں مل سکتے۔ البتہ اس وقت جب یہ مختصر سی تحریر آپ کے ہاتھوں میں ہے' اب سے لے کر زندگی کے آخری لمحے تک آپ کے پاس جو مہلت ہے اس میں یقیناً آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اور اگر فی الفور آپ نے ایک نئی زندگی کے آغاز کی ٹھان لی تو اس سے نہ صرف یہ کہ ماضی کی غلطیوں کی تلافی ہو جائے گی بلکہ خدا کے حضور آپ کی کامیابی کا امکان روشن ہو جائے گا۔ ایسا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بہتر زندگی کی شروعات کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ توبہ قبول کرنے میں انتہائی فیاض ہے۔ اسے یہ بات بہت پسند ہے کہ اس کا بندہ یا بندی اپنے ماضی سے تائب ہو کر ایک نئے مستقبل کا آغاز کرے۔

آپ کو ایک نئی زندگی کے آغاز کی دعوت دینے کی یہ جسارت ہم نے اس لئے کی ہے کہ ہم اور آپ کیا اس وقت پوری امت خلافت اسلامی سے محرومی کی زندگی گذار رہی ہے۔ اس وقت اس سرزمین پر کوئی بڑے سے بڑا اہل تقویٰ بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اتباع میں زندگی گزار رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج ہم جس فضا میں سانس لے رہے ہیں وہ ایک عالمی نظامِ کفر کی دنیا ہے۔ ہر طرف کفر کی حکمرانی ہے حتیٰ کہ وہ معاشرے بھی جو روایتی طور پر صدیوں سے اسلام کی سرزمین رہے ہیں وہاں بھی عالمی کفر کے استبداد نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ شریعت اسلامی معطل ہے' دنیا کے سیاہ وسفید کی مالک وہ قوتیں بن گئی ہیں جو علی الاعلان اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت و نافرمانی کا اعلان کرتی ہیں۔ امت کا اندرونی نظام پاش پاش ہو چکا ہے۔ ڈیڑھ بلین مسلمانوں کا اس وقت نہ تو کوئی امیر ہے اور نہ ہی ان کے امور کا محافظ کوئی خلیفہ وقت۔ نتیجہ یہ ہے کہ آخری رسول کی امت پر کفار و مشرکین نے ہر طرف سے ہلا بول رکھا ہے۔ ایک ایسی سنگین صورتِ حال میں کوئی معمول کی زندگی جینے کا خیال عبث ہے۔

آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ مسلمان کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر فرمان لائق اتباع ہے۔ ہمارے لئے ازلی اور ابدی رہنمائی کا سرچشمہ ہے اور یہ کہ قرآن کے کسی بھی حکم سے سرتابی ہمارے ایمان کو ساقط کر دیتا ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم اللہ کے بعض احکامات پر تو عمل کریں اور بعض کو یہ کہہ کر چھوڑ دیں کہ سر دست یہ قابل عمل نہیں ہے یا یہ کہ موجودہ صورتِ حال میں یہ بات چلنے والی نہیں ہے۔ اس طرح سوچنے کا واضح مطلب ہے کہ ہم خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ عقلمند سمجھنے لگے ہیں۔

یہ بات بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو کہ اس وقت اگر دنیا میں ہمارا خون ارزاں ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ پچھتر سالوں سے یہ امت کسی امیر اور خلیفہ کے بغیر زندگی گزار رہی ہے۔ خلافت کی مرکزی سرزمین مختلف چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بانٹ دی گئی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ مسلم دنیا کو اللہ تعالیٰ نے فطری وسائل سے مالا مال کر رکھا ہے۔ عالمی سطح پر ہمارے وسائل دشمنوں کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں۔ امت کا ضعف دن بہ دن بڑھتا جاتا ہے۔ نوبت بایں جا رسید کہ اب یہ خیال بھی ہمارے ذہنوں سے محو ہوتا جا رہا ہے کہ منصب خلافت کا قیام امت کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے اور یہ کہ خلیفہ کے بغیر امت مسلمہ کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا۔

بقیہ : ص ۱۷